شہر یارِ طریقت

۱۴۳۵ھ

خواجۂ عالم ۔ قدس سرہٗ العزیز

حضرت قاضی محمد صادق صدیقی مجددی

کی اصلاح طریقت میں مساعئ جمیلہ کا مختصر جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہریارِ طریقت

۱۴۳۵ھ

خواجۂ عالم حضرت

قاضی محمد صادق صدیقی مجددی قدس سرہ

کی اصلاحِ طریقت میں مساعیٔ جمیلہ کا مختصر جائزہ
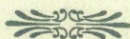
تالیف

اُستاذ العلماء مفتی محمد علیم الدین مجددی

نام کتاب : شہر یارِ طریقت
(۱۴۳۵ھ)

تالیف : استاذ العلماء مفتی محمد علیم الدین مجددی

حروف ساز : مظہرِ علم لیب

کتاب ساز : سلطانیہ پبلی کیشنز، جہلم

سن اشاعت : ۱۴۳۶ھ صفر المظفر، ۲۰۱۴ء دسمبر

تعداد : ۲۱۰۰

فہرست

قطعۂ تاریخ

علم و حکمت کی دانش کی جاں ڈھونڈیئے

ڈھونڈیئے ہر زماں ، ہر مکاں ڈھونڈیئے

ڈھونڈتے رہ گئے اُن کا نعم البدل

شہر یارِ طریقت کہاں ڈھونڈیئے

۱۴۳۵ھ

خالد محمود بخاری ایم اے

مختصر نقوشِ حیات

سیدی حضور خواجہء عالم چچھوی رحمہ اللہ

(ماہ و سنین کے آئینہ میں)

ترتیب و پیش کش

نبیرہ حضرت خواجہء عالم قُدِس سرُّہٗ

محمد بدر الاسلام صدیقی

حضرت سیدی الجد رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی کا مختصر خاکہ اشارات کی صورت میں قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے، کئی تواریخ و سنین محفوظ نہ رہ سکیں اس لئے وہ خالی ہیں، آئندہ بفضلِ ایزدی اور توفیقِ ربانی شاملِ حال رہی تو مفصل سوانحی خاکہ پیش کیا جائے گا۔ بِاِذْنِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ۔

ولادت	۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۰ھ ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء بروز اتوار
اسمِ گرامی	محمد صادق
القابات	خواجہء عالم، مساجد والے حضرت صاحب، قبلہ حضرت صاحب
خاندانی لقب	قاضی صاحب
والدِ ماجد	قبلہء عالم خواجہ قاضی محمد سلطانِ عالم قدس سرہ

جدِّ امجد	عالمِ ربّانی قاضی محمد رکن عالم نقشبندی مجددی
خاندان اور چند مشہور آبائے کرام	قریشی الاصل صدیقی النسب از اولاد حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ ۱......جدِّ امجد حضرت سیدنا عبداللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ ۲......حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) ۳......حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) ۴......حضرت شیخ احمد یمنی رحمۃ اللہ علیہ حاکمِ یمن ۵......حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ (حاکمِ یمن) ۶......محدث مدینہ منورہ شیخ کمال الدین یمنی۔ ۷......جدِ امجد صدیقیانِ رہتک زبدۃ الاولیاء قاضی قوام الدین رہتکی رحمۃ اللہ علیہ (مرید و خلیفہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ)۔ ۸......صدیقیانِ میرپور کے جدِ اعلیٰ حضرت قاضی فتح اللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ۹......خواجہ حافظ محمد اکبر علی قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۰......عارف باللہ خواجہ محمد رکنِ عالم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ۔

جائے ولادت	خانقاہ شریف چھپیاں (منگلا جھیل)
آپ کے خاندان کے دینی و دنیوی مناصب	۱......حُکّامِ یمن، ۲......شاہی خطاب یافتہ زُبدۃُ الاولیاء ۳......قاضی القضاۃ، قاضی ۴......میر عدل ۵......محتسِب ۶...... مُفتی ۷......مُتوَلّی ۸......خطیب ۹......امام ۱۰......بلند پایہ علماء ۱۱......مشائخ سلاسل چشتیہ نظامیہ، قادریہ، شطاریہ نقشبندیہ مجددیہ وغیرہ۔
پہلے استاد	والد ماجد قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالم صدیقی مجددی قدس سرہ
تجوید	قاری صاحب، لاہور۔ (نزیل خانقاہِ چھپیاں شریف)
سکول داخلہ	لدڑ پرائمری سکول۔
بیعت	بدست والدِ ماجد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ
بیعت کے ساتھی	حاجی غلام مصطفی صاحب ٹھارہ والے۔

تعویذات نویسی کی اجازت اور نفی اثبات تک اسباق کی تکمیل	بہ عہدِ طفولیت
وصال حضرت والدِ گرامی	۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ ۹ مئی، ۱۹۳۴ء
بچپن میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی نصیحت	فرمایا: حضرت قبلہء عالم رحمہ اللہ ہمیں لالچ، حرص اور سوال کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور بڑی تاکید سے فرماتے: اگر تم اس حال وقال پر رہے جو ہم نے تمہیں تلقین کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو غنی فرمادے گا، اور لوگ مرغ وحلوہ پیش کیا کریں گے، لیکن تم قبول نہ کرو گے، اگر اس پر قائم نہ رہے تو: ''ہتھ ٹھوٹھا دیس موکلا'' (یعنی ہاتھ میں گدائی کا کاسہ ہوگا اور میدان کھلا ہوگا)۔
فارسی کے استاد	مولنا حکیم محمد میاں رحمہ اللہ، ساکن موہڑہ اگرو
درسِ نظامی کے معلّم	حضرت مولانا محمد عبداللہ نقشبندی مجددی لدڑوی
جہلم کی طرف پہلا سفر	بہ عہدِ طفولیت۔
مُخلص مُرید سائیں محمد حسن زلفاں والے کا انتقال	۱۹۴۵ء بروز اتوار۔
عقدِ ازدواجِ اولیٰ	.... ۱۹ء

سیورام ہندو کا قبولِ اسلام۔	اوائل عمر
پہلے مرید الف دین صاحب سہنسہ	اوائل شباب
صاحبزادہ محمد سید چوراہی کی کوٹلی آمد اور ان سے ملاقات:	سنہ ۱۹۴۷ء
عارضی نقل مکانی	سنہ ۱۹۴۷ء
گندم منڈی راول پنڈی قیام	سنہ ۱۹۵۳ء
ولادت حضرت حاجی پیر صاحب رحمہ اللہ	۹ صفر الخیر، سنہ ۱۳۷۷ھ ستمبر سنہ ۱۹۵۷ء بروز بدھ
نظامِ سُلطانیہ کے تحت مساجد کا آغاز	۱۹۶۰ء
پہلی مسجد شریف خانقاہِ سُلطانیہ جامع سلطانیہ جہلم کا سنگِ بُنیاد بدست مبارک مائی صاحبہ کلاں رحمہا اللہ	تقریباً سنہ ۱۹۶۰ء بعمر چالیس سال
مدارسِ سلطانیہ کا نیلہ بٹ:	جمال پور مسجد
نظامِ سلطانیہ کے اوّلین استاد:	استاد الحفاظ مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ
خانقاہِ سلطانیہ میں رہائشی مکان کی تعمیر	
صوفی فوجدار خان رحمہ اللہ کی رحلت	سنہ ۱۹۶۰ء
والدہ ماجدہ حضرت مائی صاحبہ کلاں رحمۃ اللہ علیہا کی حج کے لیے روانگی	سنہ ۱۹۶۴ء

حج سے واپسی	۸ رمئی ۱۹۶۴ء
حج کی پیش کش	۱۹۶۴ء میں آپ کو ایک مخلص نے حج پر جانے کی پیش کش کی اور آپ کی عدم موجودگی میں دربار شریف کی جملہ اخراجات وغیرہ برداشت کرنے کا کہا، جواباً آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہم صاحبِ نصاب نہیں، اتنی مالیت نہیں کہ ہم پر حج فرض ہو، جہاں تک لنگر کے اخراجات کا تعلق ہے، تو اس کا انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے، کسی آدمی سے اُن کی کفالت اٹھانا ممکن نہیں۔'' جب اُنہوں نے اصرار کیا تو آپ رحمہ اللہ علیہ نے اپنے محب خاص پیکرِ اخلاص حاجی محمد اشرف رحمہ اللہ کو روانہ فرمایا۔
مسجد حضرت شاہ کمال رحمہ اللہ (سیالکوٹ) کی زیارت	عید الفطر کے روز۔ ۱۹ء
مسجد اصحابِ رڈہ کی تعمیرِ اوّلین	.... ۱۹ء

جامع مسجد حاجی احمد جان صدر راول پنڈی میں قیام	۱۹۶۶ء
عقدِ ثانی	۱۹۶۶ء
جامع مسجد حنفیہ دینہ کا سنگ بنیاد بدستِ اقدس حضرت حاجی پیر صاحب رحمہ اللہ	۳/فروری، ۱۹۶۷ء بروز جمعۃ المبارک
حضرت قبلہء عالم رحمہ اللہ کے تابوت مبارک کی منتقلی	۸/جون، ۱۹۶۷ء ۹ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ بروز اتوار
ولادت شیخ محمد زاہد سلطانی حفظہ اللہ	۲۵/جمادی الاولیٰ، ۱۳۹۴ھ ۱۹/جون ۱۹۷۴ء بروز بدھ
پہلی بار حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمہ اللہ کی آمد	۲۱/جون، ۱۹۷۹ء
"مسجد شاہ ابوالحسن" ڈھنگروٹ ۱۹۷۹ (کوٹلی) کی سنگ بنیاد	۲۸/جون ۱۹۷۹ء بروز جمعۃ المبارک
مولانا ضیاء اللہ قادری رحمہ اللہ کے وعظ کی سماعت	۶/رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ جمعرات ۹/جولائی، ۱۹۸۱ء
سُنّی کانفرنس میرپور میں علماء کو شرکت کا حکم	۲۸/ ۱۹۸۴ء

حضرت والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کا وصال پُرملال	۱۷؍ربیع الثانی، ۱۴۰۵ھ، بدھ و جمعرات کی درمیانی شب ۱۰؍جنوری ۱۹۸۵ء
اپنے جدِ اعلیٰ قاضی فتح اللہ رحمہ اللہ کا تابوت شریف (میرپور قدیم سے) جامع الفردوس کے پہلو میں منتقل فرمانا۔	۱۷ اجمادی الاولی ۱۴۰۵ھ ۹ فروری، ۱۹۸۵ء بروز ہفتہ
سائیں عبدالمنان رحمہ اللہ کی تجہیز و تکفین اور خود جنازہ پڑھانا	۵؍فروری ۱۹۸۸ء
خانقاہِ شاہ ابوالخیر دہلی میں مزاراتِ شریفہ پر قُبّہ کی تعمیر	۱۹۸۰ء
دہلی میں تیس قبورِ مبارکہ کے لئے قبر پوش اور وہاں کی مختلف مساجد میں عصا اور جائے نماز ارسال فرمانا	۱۹۸۱ء
جیل میں قیدیوں کے لئے کھانا بھجوایا	۴؍جولائی ۱۹۹۰ء برموقع عید قربان
آنکھوں میں نزول الماء	۶؍صفرالخیر ۱۴۱۱ھ ۲۷؍جولائی، اگست ۱۹۹۰ء
دندانِ مبارکہ کا نکلوانا:	ستمبر، اکتوبر، اور نومبر ۱۹۹۰ء میں
حضرت زید دہلوی رحمہ اللہ کے خادم محمد ادریس قریشی کی آمد	۶؍اکتوبر ۱۹۹۰ء

واپسی	۱۳/ اکتوبر ۱۹۹۰ء
آنکھ کا آپریشن	۱۹/ نومبر ۱۹۹۰ء۔
شعبۂ حفظ میں طلبہ کے پرائمری تعلیم کا انتظام	۶/ جون، ۱۹۹۱ء۔
نمازِ اشراق تک مسجد میں قیام کا معمول	۱۶/ دسمبر، ۱۹۹۱ء۔
صاحبزادہ علی احمد فاروقی بغوی رحمہ اللہ کا سفر آزاد کشمیر و پنجاب:	۱۹۹۲ء
وزیر اعظم آزاد کشمیر کو نصائح کا خلاصہ	۱۹۹۲ء۔ ‘مخلوق کے کام کرنا اچھی بات ہے، یہ نیک کام ہے، مگر افضل نیکی احکامِ خداوندی بجالانا ہے، شریعتِ مطہرہ کے اوامر ونواہی کا لحاظ ضروری ہے،” زندگی مستعار ہے، یہ ایک امانت ہے نہ معلوم کب واپس لے لی جائے، دنیا میں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملے گا، اس لئے ہر لمحہ کو یادِ خدا میں گزارنا چاہیئے، تا کہ بعد میں پچھتاوا نہ ہو، دنیا کا مال ودولت یہیں دھرا رہ جائے گا، صرف وہ لمحات کام آئیں گے جو یادِ خدا میں بسر ہوئے، اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ رکھنا چاہیئے۔”

نوافل میں قرآنِ کریم کی سماعت کا آغاز	۲۷/اگست، ۱۹۹۰ء
صاحبزادہ علی احمد بفوی رحمہ اللہ کا وصال	۵،۶/جون درمیانی شب ۱۹۹۲ء
شیخ ابوالحسن زید دہلوی رحمہ اللہ کی آخری بار آمد	اگست، ۱۹۹۲ء۔
میاں فضل الٰہی معروف بہ ماموں جی رحمہ اللہ کا انتقال	۲/نومبر ۱۹۹۲ء۔
زوجہء ثانیہ والدہ ماجدہ شیخ محمد زاہد مدظلہ کی رحلت	۲۳/جنوری ۱۹۹۳ء۔
شاہ زید دہلوی رحمہ اللہ کا وصال	۲/دسمبر، ۱۹۹۳ء۔
قاری مشتاق احمد صاحب خطیب وامام مسجد مجددیہ سرہند شریف کا بیعت ہونا	۹/فروری ۱۹۹۴ء۔
تہجد کی بیداری کے لئے اہتمام:	۲/جنوری ۱۹۹۵ء
اپنے جدِ اعلیٰ شیخ فتح اللہ رحمہ اللہ کا ختم تجویز فرمانا:	۲/اپریل ۱۹۹۵ء۔
بئیر فتحیہ (رُہتاس) کی ازسرِ نو بحالی	۷/دسمبر ۱۹۹۵ء
خلیفہء مُجاز مولنا محمد نذیر مجددی رحمہ اللہ کی رحلت	۱۶/مارچ ۱۹۹۶ء۔

حرمِ اوّل والدہ ماجدہ حضرت حاجی پیر رحمہ اللہ کا وصال	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ ۶، ۷/ اگست ۱۹۹۶ء۔ کی درمیانی شب
حاجی مشتاق احمد رحمہ اللہ کا انتقال	۱۱/ جنوری ۱۹۹۸ء۔
رمضان المبارک، ۱۴۲۲ھ میں حفاظِ کرام کی تعیناتی کی تعداد	ایک ہزار۔
خلیفۂ مُجاز صوفی رحمت علی کا انتقال	۲۰/ ستمبر، ۲۰۰۲ء۔
ہمشیرہ محترمہ والدہ ماجدہ صاحبزادہ محمد اقصد صاحب کا وصال	۱۳/ فروری ۲۰۰۴ء۔
تہجد کے وقت گرنا	اکتوبر ۲۰۰۴ء۔
عیدِ قربان کے موقعہ پر احبابِ طریقت کی شرفِ ملاقات سے محرومی	۲۱/ جنوری ۲۰۰۵ء۔
خانقاہِ سلطانیہ میں مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمہ اللہ کے درس کا اجراء	
شفاء انٹرنیشنل ہسپتال جانا	۲۸/ مارچ ۲۰۰۴ء۔
سنگیانِ طریقت کے لئے طویل دعا فرمانا	۲۱/ اپریل، ۲۰۰۵ء۔
جامع فیضانِ سلطانیہ روات کا سفر	۲/ جون ۲۰۰۵ء۔

سی ۔ایم۔ ایچ ۔راول پنڈی ہسپتال کا سفر	۲۷/نومبر، ۲۰۰۶ء۔
جامع فتحیہ قدیم میر پور تقریب	۳۱/مارچ، ۲۰۰۷ء۔
سی ۔ ایم ۔ ایچ ۔ راول پنڈی ہسپتال اور خانقاہِ سلطانیہ جہلم کا سفر	۲۸/جون، ۲۰۰۸ء۔
آخری جمعۃ المبارک کے دن سنگیانِ طریقت کو زیارت کرانا	۲۶/دسمبر، ۲۰۰۸ء۔
وصال مبارک	۳/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ ۳۱/دسمبر، ۲۰۰۸ء شب: 11:15

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تصوف کی اہمیت اور ہمہ گیری

شریعتِ مطہرہ کے علمی اور عملی احکام کو جان و دِل سے قبول کرنے اور اخلاصِ نیت سے ان پر عمل کرنے اور مان لینے کا نام ''تصوف'' اور ''احسان'' ہے۔ یہ ایک ایسی کیمیا ہے جو روح سے خالی احکامِ خداوندی کی بجا آوری میں جان ڈال دیتی ہے۔ اس کے بغیر احکامِ شرعیہ پر عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ لیکن جوں ہی انہیں تصوف و احسان کی چاشنی نصیب ہو جائے تو ان کا مقام و مرتبہ بیش بہا لعل و جواہر سے فزوں تر ہو جاتا ہے۔

دینِ متین کے تمام شعبے ان کا تعلق خواہ عمل سے یا علم سے ہو، معیشت سے ہو یا معاشرت سے۔ حکومت سے ہو یا رعیت سے۔ سب اس کی قلم رو میں داخل ہیں۔ یہاں یہ وہم کسی کے حاشیہء خیال میں نہ آنے پائے کہ دینِ اسلام کا یہ جزو جسے ہم تصوف، احسان، تزکیہء نفس اور طریقت جیسے مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں، یہ شریعتِ مطہرہ کے ظاہری احکام (جسے ہم فقہ کہتے ہیں)، سے بے نیاز ہے۔

حقیقتِ حال حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے واضح انداز میں یوں بیان فرمائی ہے:

مَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَھُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ۔

جس نے (ظاہری عملی احکام کا علم یعنی) علمِ فقہ حاصل کیا اور تصوف کو نظر انداز کردیا وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنا لیا اور فقہ کو چھوڑ دِیا وہ زندیق ہوگیا، اور جس نے دونوں کو جمع کیا اس نے حق کو پالیا۔

اسلام میں تصوف کا مقام

سچی بات یہ ہے کہ تصوف وطریقت شریعت سے جدا اور علیٰحدہ کسی چیز کا نام نہیں، یہ اس کا اہم بنیادی اور لازمی جزو ہے۔ بلکہ تصوف ہی اسلام کی خالص ترین اور لطیف ترین تعبیر ہے۔ اس کی تحریک در حقیقت دین کی تحریک، اس کی دعوت در اصل اسلام کی دعوت، اس کا فروغ اسلام کی ہی اشاعت ہے۔ تصوف وطریقت ہی اس کی معنوی قوت کا سرچشمہ ہیں۔

عالمِ اسلام کے نشیب وفراز کے سرگزشت کی ہر تاریخی داستان نے اس حقیقت پر مہرِ تصدیق ثبت کردی کہ دینِ اسلام کی بقا کے ضامن صرف تصوف اور اس کے علم بردار نفوسِ قدسیہ ہیں۔

مخالفت کی وجوہات

اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ تصوف کا یہ ادارہ ہر زمانے مین طعن و تشنیع اور اعتراضات وشبہات کا نشانہ رہا ہے۔ غیر مسلم، بزعمِ خویش محققین کی اسلام سے قلبی عداوت، اپنوں کی کم فہمی، حقیقت تک نارسائی اور حاملینِ تصوف کے پاکیزہ گروہ میں رہبروں کے روپ میں رہزنوں کی کور باطن کالی بھیڑوں کا شامل ہونا، ان کے ننگِ انسانیت اور شرمناک کردار ہیں۔ پہلے دو گروہوں نے صرف علمی اور نظری حد تک اس پاکیزہ ادارے کو نقصان پہنچایا کہ تصوف کے بارے میں اپنے اعتراضات اور شبہات کا اظہار کیا۔ اس کا عملی اور تربیتی نظام ان کی دستِ برد سے محفوظ رہا، اور ان اعتراضات اور شبہات کا ازالہ علمی انداز میں ہر دور میں کیا جاتا رہا۔ لیکن شاہینوں کے روپ میں کوؤں اور کرگس صفات داعیانِ طریقت نے طریقت اور احسان کے چشمہ ہائے آبِ حیات میں بدعقیدگی اور بد اعمالی کا زہر گھول دِیا، ایسے بدقماش لوگوں نے اس شجر پُر بہار، اور سایہ دار کی جڑوں کو کھوکھلا کر دِیا، ایسے شرابِ طہور نما، زہر فروشوں کے نقصان رساں اعمال کا صحیح صحیح جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی طریقت واحسان کے خانقاہی نظام کے دستور العمل اور طریقِ تربیت سے واقفیتِ بہم پہنچائی جائے۔ کیوں کہ اس نظام کی طریقت میں وہی اہم حیثیت ہے جو انسانی جسم میں عصبی نظام یا گردشِ خون کے نظام کی ہے۔

خانقاہی نظام

خانقاہی نظام سے مراد وہ دینی، علمی اور روحانی مراکز ہیں جو تاریخِ اسلام کے ہر دور میں صوفیائے کرام نے طالبانِ حق کی تربیت کے لیے بنائے۔ اشاعت و تبلیغِ دین کے لیے علمائے کرام کی مبارک کوششوں سے انکار نہیں، لیکن اس میدان میں اولیائے عظام کے خانقاہی نظام کو جو کامیابیاں حاصل ہوئیں کسی اور ادارہ کو نہیں ہوئیں۔ اس نظام میں عام تبلیغی اداروں کی مانند صرف پند و نصیحت کی مجالس اور وعظ و تقریر کی محافل پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ یہ نظام طالبانِ حق کو ایسی قیام گاہ اور ایسا مرکزِ اصلاح و تربیت مہیا کرتا ہے جس میں وہ سالہا سال تک مشائخِ کرام کے پاس رہ کر نہ صرف ظاہری علوم کے حصول میں مشغول رہتے ہیں بلکہ شیخِ طریقت ان کے اخلاق و کردار کی تربیت بھی فرماتے ہیں۔ انہیں اوراد و اذکار، مراقبات و عبادات اور مجاہدات و ریاضات کی چکی میں ڈال کر ان کا تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کرتے ہیں۔ انہیں مسِ خام سے کندن بنا دیتے ہیں۔ ان کو نفس کی آلائشوں، غلاظتوں اور نجاستوں سے پاک کر کے مردانِ خدا رسیدہ بنا دیتے ہیں، جن پر ملائک بھی رشک کرنے لگتے ہیں۔

طریقت میں شیخ کا مقام

درجِ بالا وضاحت سے یہ حقیقت آفتابِ نیم روز کی طرح عیاں ہو گئی کہ طریقت کے بابرکت نظامِ تربیت وارشاد میں شیخ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اگر وہ شیخِ طریقت کے لیے مطلوب صفات وشرائط کا حامل ہو تو اس کی مساعی سے مثبت اور حوصلہ افزاء نتائج کی امید رکھی جا سکتی ہے۔

نااہل شیخ کے ہاتھوں طریقت کی بربادی

اگر شیخِ طریقت ان اوصاف وکمالات سے تہی دامن ہو تو نظامِ تربیت اور کارِ اصلاح وارشاد کا چوپٹ ہونا لازمی ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جس طرح بیاباں وصحراء کے بے علم اُجڈ چرواہے کو کسی یونیورسٹی کا استاد مقرر کر دِیا جائے تو نتائج کا جو حال ہوگا اسے جاننے کے لیے کوئی زیادہ علم ودانش کی ضرورت نہیں۔

ایسے نالائق، نکمّے اور بدنام کنندہ نکونامے چند قسم کے بہروپیے ہر زمانہ میں طریقت کے پاکیزہ اور باطہارت اداروں کے ساتھ بلائے بے درماں کی مانند چمٹے رہے جو ان کی نیک نامی کو بٹہ لگاتے رہے اور نظامِ تربیت واصلاح کو برباد کرتے رہے۔ پھر ایسے نام نہاد مشائخ سے تربیت پانے والے افراد گروہ در گروہ اسلامی معاشرہ میں ہر جگہ پھیل گئے جو لباسِ خضر میں رہزن تھے۔ لوگ انہیں اپنی روحانی امراض کا معالج سمجھتے رہے اور ان کی خدمت میں عقیدت سے حاضر ہوتے تھے لیکن وہ ان کی روحانی امراض کا علاج تو کیا کرتے وہ خود نابینا اور اناڑی تھے۔ راہِ راست سے کوسوں دور تھے۔ ان کے پاس آنے والوں کے اخلاقی اور روحانی امراض میں اضافہ ہوتا رہا، اور کم فہمی سے وہ بیماریوں کے اس اضافہ کو شفا

سمجھتے رہے۔ ان حالات نے خانقاہی نظام اور اس کے تحت دعوت وارشاد کے کام کو تقریباً غیر مؤثر کر دِیا، اس کو چلانے والے پسِ پردہ ہو کر رہ گئے۔ پھر خانقاہی نظام میں وراثت کی رسم کے اجراء نے جلتی پر تیل کا کام کیا، بڑے بیٹے یا ہر بیٹے کو باپ کی جگہ مسند نشین تسلیم کرلیا گیا، خانقاہوں کا تصور اب یہ ہوگیا کہ جس طرح کسی افسر کے انتقال کے بعد پینشن اس کے گھر والوں کو ملنے لگتی ہے۔ اسی طرح اس کی اولاد کو شیخ کی مسند کا وارث قرار دے دِیا جاتا ہے، اس کے نظریات اور اعمال کو دیکھا نہیں جاتا۔ جب خانقاہی نظام پینشن کے نظام کی صورت اختیار کرلے تو پھر وہاں خیر کی کیا توقع باقی رہ جاتی ہے اور ماننے والے بھی آنکھیں بند کر کے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہہ کر تسلیم کرلیں، جب کہ وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَحکام سے صریحاً بغاوت کی جارہی ہے۔ خانقاہوں سے رُشد وہدایت کا سلسلہ اس لیے بند ہوگیا کہ پیرو مرشد کے انتقال کے بعد دستار اس کے بیٹے کے سر باندھ دی جاتی ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بیٹا ضروریاتِ دین سے نابلد۔ نہ صورت پر اسلامی تعلیمات کے آثار نہ سیرت پر شرعی احکام کے نشان، نہ نماز، نہ روزہ، ظاہر ہے ایسا پیر مریدوں کی تربیت کے منصبِ جلیلہ کی ذمہ داریاں کس طرح ادا کرسکتا ہے، کسی عربی شاعر نے کہا ہے:

اِذَا کَانَ الْغُرَابُ دَلِیْلَ قَوْمٍ
سَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی طَرِیْقِ الْهَالِکِیْنَ

ترجمہ: جب کوا کسی قوم کے سفر میں رہنما ہو تو وہ جلد از جلد انہیں ان لوگوں کی راہ پر گامزن کرے گا جن کا انجام ہلاکت تھا۔

ایسا پیر تو لوگوں کے کندوں پر ناروا بوجھ ہوتا ہے، مُریدں کے نذرانوں پر اس کی بسر اوقات ہوتی ہے۔ جب تک طریقت اپنے اصلی مدار پر قائم تھی تو اس وقت حال یہ تھا کہ مرید شیخ کے جتنا قریب ہوتا، شیخ کے کردار کی عظمت کے باعث مرید کے دل میں اس کی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا، اور عقیدت راسخ تر ہوتی جاتی۔

اور جب زمامِ کار، ان ناقص لوگوں کے ہاتھوں میں آئی تو حالت دگرگوں ہوتی گئی، نوبت بایں جارسید کہ کوئی مرید ایسے پیروں کے جتنا قریب ہوتا اس پر شیخ کے عیوب کھلتے چلے جاتے۔ اور اسے اس سے اتنی ہی نفرت بڑھتی چلی جاتی۔ جب عقیدت ہی باقی نہ رہی تو کیسی پیری اور کیسی مریدی۔

خانقاہی نظام صرف مالؔ و دولت اکٹھی کرنے کا دھندا بن کر رہ گیا۔ پیٹ کا دھندا کرنے کے لیے انہیں بہت سے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کئی روپ دھارنے پڑتے ہیں۔ کوئی ڈبہ پیر بنتا ہے، تو کوئی سپاہی پیر، کوئی جھوٹے کشفوں کا مدعی ہوتا ہے، تو کوئی خود ساختہ کرامتوں کی تشہیر کراتا ہے، کوئی لاٹری کے لیے نمبر بتاتا ہے، کوئی ڈنڈے مار کر مسندِ اقتدار پر فائز کرانے کا مدعی ہوتا ہے۔ یہ تمام اُمور خرافات ہیں، ان کا تصوف اور طریقت سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

”خدا معاف کرے خود ساختہ پیروں کو پیری میں بڑے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ پیری کا بھرم رکھنے کے لیے دم درود سے لے کر ان کو کئی رنگ اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ پیری بھی بڑی مشکل چیز ہے“۔

نا اہل پیر کی اَقسام

اپنی بداعمالیوں کی پردہ پوشی اور دیگر اغراضِ فاسدہ کے حصول کے لیے ان جاہل صوفیوں نے تصوُّف و طریقت میں نئے نئے خود ساختہ نظریات اور عملی خرافات کو تصوُّف میں داخل کرنا شروع کر دیا اور ہر نئے آنے والے نے ان میں اضافہ کرنا شروع کر دیا، ان خرافات میں سے چند درجِ ذیل ہیں:

قسمِ اول...... بعض نام نہاد صوفی خالق اور مخلوق کے مابین اتحاد اور حلول کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ عقیدہ وحدتُ الوجود کے نظریئے کی باطل اور غلط توجیہ ہے۔ بعض اکابرِ طریقت سے حال اور سکر کے غلبہ میں ایسے کلمات صادر ہوئے جن میں وحدت کی جھلک پائی جاتی ہے، ناقصُ العقل لوگ ان کی مراد کو نہ سمجھ سکے، الٹا ہر مدعی حلول واتحاد کے دعوے کرنے لگ گیا، اس سے گمراہیوں نے رواج پایا، بے بصر اور بے خبر نام نہاد صوفیوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ عالم میں ہر چیز خدا ہے۔ زمین، آسمان، شجر، حجر، نباتات اور جمادات سب خدا ہی خدا ہیں۔ العیاذ باللہ۔

قسمِ دوم...... بعض صوفیائے خام اس امر کے قائل تو نہیں ہوتے کہ کائنات کی ہر شے خدا ہے لیکن ان کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ فقیر جب اپنے روحانی عروج اور کمال کو پہنچتا ہے تو وہ ذاتِ باری تعالیٰ سے متحد ہو جاتا ہے اور اس کے وجود میں ذاتِ خداوندی حلول کر جاتی ہے۔ اور عارف من تو شدم تو من شدی کا حقیقی مصداق بن جاتا ہے۔ ایسا نظریہ الحاد و زندقہ ہے۔

قسمِ سوم...... گمراہ مدعیانِ تصوّف کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس وقت تک ضروری ہے جب تک ذاتِ خداوندی کا عرفان نصیب نہ ہو، حصولِ معرفت کے بعد عبادت کی حاجت نہیں رہتی۔ ان کے نزدیک احکامِ شریعت کے مکلف صرف عوام ہیں، خواص (جن میں وہ خود کو شامل سمجھتے ہیں) کو تکلیفاتِ شرعیہ سے برتر سمجھتے ہیں۔

اس کے خلاف حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انسانی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بندگی کے وظیفہ کی ادائیگی ہے۔ اگر اس سے صرفِ نظر کر لیا جائے تو انسانی زندگی حیوانی اور بہائمی حیات میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ انسان انسانیت کے مرتبے سے گر کر چوپایوں اور درندوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"انسانی تخلیق کا مقصد وظیفہء بندگی کی ادائیگی ہے۔ اس طرح کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی طرف انسان کی توجہ قطعاً مبذول نہ ہو۔ اور دنیوی لذات کو دیکھ کر بھی انسان کا دِل ان کی طرف مائل نہ ہو"۔ ۱

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ حیف ہے اگر انسان اپنی زندگی مخلوق کی طرف رجوع وغیرہ خرافات میں ضائع کر دے۔ ۲

۱ (ارمغانِ طریقت، ص ۲۰) ۲ ا (ارمغانِ طریقت، ص ۲۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ارشادات درحقیقت اس ارشادِ باری تعالیٰ کے ترجمان ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

قسمِ چہارم...... ان ہی غلط اندیش صوفیا میں سے بعض کا نظریہ ہے کہ ہمیں صرف باطن کی درستی اور اصلاح کی ضرورت ہے، اہلُ اللہ کی نشانی صرف باطن کا درست اور پاک ہونا ہے۔ رہی عباداتِ ظاہرہ جیسے نماز، روزہ وغیرہ تو اللہ والوں کو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ اَلْعَیَاذُ بِاللہ

قسمِ پنجم...... یہ نام نہاد صوفی لوگ اپنے مشائخ کے مُکاشفات اور مُعارِف کو طریقت کی اصل اور روح سمجھتے ہیں، انہیں اپنے نظریات اور اعمال کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہر شریعتِ مطہرہ سے متصادم اور مخالف ہوں، اس صورت میں وہ شریعت کے احکام اور تصریحات کی پرواہ نہیں کرتے۔

ان خودساختہ پیروں اور جعلی صوفیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پاکی، پلیدی میں امتیاز نہیں کرتے۔ عرصہ دراز تک نہ ہاتھ منہ دھوتے ہیں، نہ غسل کرتے ہیں۔ نماز روزہ تو گویا معاف کرا کے دنیا میں آئے ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے ہی طور طریقے ہوتے ہیں، جو شریعتِ مطہرہ سے سراسر متصادم ہوتے ہیں۔ ناپاک رہنے کی عادت کے باعث ان کے خیالات اور جذبات شیطانی جال کا نمونہ ہوتے ہیں۔ وہ کہلانے کو تو صوفی اور پیر ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ

شیطان کا آلہء کار، بلکہ مجسمہ شیطان ہوتے ہیں، قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔

(الزخرف،۳٦)

ترجمہ: جو شخص رحمن کے ذکر سے غفلت اختیار کرلیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، جو اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَالْحَدَثُ اِذَا تَمَكَّنَ مِنَ الْاِنْسَانِ اَحَاطَ بِهٖ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ اُوْرِثَ لَهٗ اسْتِعْدَادًا لِقُبُوْلِ وَسَاوِسِ الشَّيَاطِيْنِ وَرُؤْيَتِهِمْ بِحَاسَّةِ الْحِسِّ الْمُشْتَرَكِ وَلِمَنَامَاتٍ مُّوْحَشَةٍ وَلِظُهُوْرِ الظُّلْمَةِ عَلَيْهِ فِيْمَا يَلِي النَّفْسَ النُّطْقِيَّةَ وَتَمَثُّلِ الْحَيَوَانَاتِ الْمَلْعُوْنَةِ اللَّئِيْمَةِ۔ ۱

ترجمہ:۔ نجاستِ حکمیہ (بے وضو اور غسل واجب ہونے کی حالت) جب کسی انسان پر مستقل طور پر طاری رہتی ہے اور اس کا مکمل احاطہ کر لیتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حِسِ مشترک کے ذریعے اس میں شیاطین کو دیکھنے اور ان کی طرف سے وسوسے قبول کرنے، نیز خوف ناک خواب دیکھنے، نفسِ ناطقہ (روح) کے گرد و پیش تاریکی ظاہر ہونے، ملعون اور قابلِ نفرت جانوروں کے تصوراتی جسم کے نقوش قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

---

۱ (حجة الله البالغة ، ج۱۔ص ۵۴)

اس کے برعکس اولیائے کرام کی مبارک عادت، کہ وہ حتی الوسع ہر وقت طہارت کی حالت میں رہتے ہیں، جس کا ثمرِ شیریں آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

وَاِذَا تَمَكَّنَتِ الطَّهَارَةُ مِنْهُ وَاَحَاطَتْ بِهٖ وَتَنَبَّهَ لَهَا وَرَكَنَ اِلَيْهَا اُوْرِثَتِ اسْتِعْدَادًا لِّقَبُوْلِ اِلْهَامَاتِ الْمَلَائِكَةِ وَرُؤْيَتِهَا وَلِمَنَامَاتٍ صَالِحَةٍ وَّلِظُهُوْرِ الْاَنْوَارِ وَتَمَثُّلِ الطَّيِّبَاتِ وَالْاَشْيَاءِ الْمُبَارَكَةِ الْمُعَظَّمَةِ۔[1]

ترجمہ: اور جب انسان پر طہارت کی حالت مستقل طاری رہتی ہے، وہ اس کا کامل احاطہ کر لیتی ہے، وہ اس کے لیے ہر وقت چوکنا رہتا ہے اور اس کا دِلی لگاؤ طہارت کی طرف ہی مبذول رہتا ہے، تو اس کے نتیجے میں اس کو فرشتوں سے الہامات قبول کرنے، ان کو دیکھنے، اچھے خواب دیکھنے، انوار کے اس پر غلبہ ہونے اور پاک چیزوں، نیز عظیم اور بابرکت اشیاء کے مجسم نقوش کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلام میں طہارت کو نہایت ہی اہم مقام حاصل ہے۔ اس کا اندازہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشادِ مبارک سے ہوتا ہے:

اِعْلَمْ اَنَّ طُرُقَ تَحْصِيْلِ السَّعَادَةِ... كَثِيْرَةٌ جِدًّا۔[2]

ترجمہ: سعادت کے حصول کے طریقے بہت کثرت سے ہیں۔

---

۱ (حجۃ اللہ البالغۃ، ج۱، ص۵۲) ۲ (حجۃ اللہ البالغۃ، ج۱، ص۵۲)

پھر فرمایا:

فَهَمَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِفَضْلِهٖ اَنَّ مَرَاجِعَهَا اِلٰى خِصَالٍ اَرْبَعٍ۔ [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے یہ سمجھ عطا کی ہے کہ سعادت کے تمام طریقے چار عادات کی طرف راجع ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار میں سے سب سے پہلے طہارت کا ذِکر فرمایا، پھر اِخْبَات لِلّٰہ (اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنا) پھر سماحۃ (عالی ظرفی، فیاضی) پھر عدالت کا ذِکر فرمایا۔ تو جو شخص طہارت، نماز، روزہ سے خالی دامن ہو اس کو سعادت کہاں سے نصیب ہوگی۔ اور جو سعادت سے محروم ہے وہ ولایت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتا، اور اس مرحلہ سے تجاوز کر کے جو احکامِ شریعت کا مذاق اڑائے تو وہ شخص سعادت مندی کے تمام دروازے اپنی ذات کے لیے خود بند کر لیتا ہے۔

ایک سنگی کا بہروپیے پیر کے ہاتھ چڑھ جانا

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سلطانیہ سے منسلک ایک سنگی مولوی نجم الدین صاحب ایسے ہی ایک شخص کے ہتھے چڑھ گئے۔ مولوی صاحب موصوف مقبوضہ کشمیر کے باشندے تھے اور ہجرت کر کے چھمب کے علاقہ میں آباد ہو گئے تھے، ان کی بیعت کا تعلق خواجہ محمد اکبر علیپا ک پتنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، اس جعلی صوفی کے متعلق مولوی صاحب کو باور کرایا گیا کہ وہ بڑے صاحبِ کمال بزرگ ہیں، اپنے ارادت مندوں کو ریاضت اور محنت میں ڈالے بغیر تھوڑے ہی وقت میں روحانی بلندیوں پر

[1] (حجۃ اللہ البالغۃ، ج۱، ص۵۳)

پہنچا دیتے ہیں۔ درحقیقت وہ پیر نہیں تھا، ٹھگوں کا سرغنہ تھا، اور تلاشِ حق کے متلاشیوں کو اپنے جال میں پھنسا لیتا تھا، اس کا پہلا وار نماز اور روزہ پر ہوتا، اور کہتا: یہ محض ریاکاری ہے، ریاکار افراد کا روحانی دنیا میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پھر وہ انہیں بھنگ کے نشے کا عادی بنا دیتا تھا، جس سے ان کی قوتِ ارادی ختم ہو جاتی، لوگ اعصابی امراض کا شکار ہو جاتے اور طرح طرح کے خوفناک تشدد سے انہیں اپنے لیے گداگری کے لیے تربیت دیتا۔ اس جعلی صوفی کا نام ''اکبر علی میراثی'' تھا۔

مولوی نجم الدین صاحب کا اپنا بیان ہے کہ:

جب میری اس سے پہلی ملاقات ہوئی تو میں اس کی گفتگو اور دعوے سے بے حد متاثر ہوا، روحانی مراتب حاصل کرنے کے شوق میں اس کے ساتھ رہنے کا ارادہ کرلیا، اس کے ساتھ پہلے روز میں نے عصر اور مغرب کی اذان پڑھی، اور نمازیں ادا کیں، اس نے میرے اس فعل کو انتہائی ناپسند کیا، انہیں ریاکاری اور دکھلاوا کا نام دے کر مجھے ان سے محروم کر دیا، پھر میری داڑھی، مونچھیں اور ابرو کے بال منڈوا دیئے۔ اس کے پاس دو عورتیں آیا کرتی تھیں، جن کے سر کے بال اور ابروئیں مونڈھی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر اس کے پاس رہتیں اور چلی جاتیں۔ چھ ۶/۷ سات روز تک اس نے میرا کھانا پینا بند کر دیا اور صرف چائے پلاتا رہا، وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کا ورد کراتا اور درود شریف پڑھنے کا کہتا، ان اوراد کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ وہ بعض بزرگوں کی قبروں پر حاضر ہوتا قبر کے روبرو سجدہ کرتا، اور رو رو کر سجدہ کی جگہ کو تر کر ڈالتا۔ مجھے بھی اس نے یہی کرنے کا حکم دیا، بلکہ مجھے حکم

دیا کہ گھر جا کر اپنی والدہ کو سجدہ کرو۔ میں نے گھر جا کر اس کے حکم کے مطابق والدہ ماجدہ کو سجدہ کیا، لیکن انہوں نے ناراض ہو کر ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

مولوی صاحب کا مزید کہنا ہے کہ:

ایک دِن سر منڈھی ہوئی عورت اس کے پاس آئی اور اس کے سامنے ہنستے ہوئے سجدہ ریز ہو گئی، اس نے مجھے بھی اس عورت کی موجودگی میں سجدہ کرنے کا حکم دیا، میں نے پس وپیش کیا تو وہ ناراض ہو کر کہنے لگا: شیطان نے بھی اسی طرح سجدہ سے انکار کیا تھا اور وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ اس نے غصے میں آ کر بھنگ کوٹنے والے ڈنڈے سے میرے چوتڑوں پر پٹائی شروع کر دی، میں ڈر کر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ ایک دن میں نے صبح اٹھ کر وضو کیا تو مجھ پر سخت ناراض ہوا اور غصے سے کہنے لگا کہ:

رات کو کلمہ اور درود شریف پڑھتا رہا پھر بھی پاک نہیں ہوا، پہلے اندر کو پاک کرو، پھر ظاہر کو پاک کرنا۔ بھنگ پی پی کر میں ایک زندہ لاش بن گیا اور اس کے لیے گداگری کرنے لگا، اس نے مجھے گداگری کے لیے بلاہ گالا بٹھا دیا۔ آخر کار سلسلہ شریفہ کی برکت سے میں ایک دن چچیاں شریف خانقاہِ سلطانیہ میں حاضر ہوا، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے میری حالت کو دیکھا تو بے حد پریشان ہوئے، جب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی داستان سنا رہا تھا تو میرے دل ودماغ پر اس کا ڈر سوار تھا کہ کہیں زمین کے نیچے سے نکل کر وہ مجھے پکڑ لے گا اور سختی

آ جائے گی۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اور دربار شریف میں موجود سنگیوں نے مجھے حوصلہ دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے میں اس کے چنگل سے آزاد ہو کر راہِ راست پر آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ مجھے اپنے پاس چچیاں شریف خانقاہ شریفہ میں رکھا اور پھر مجھے اپنے پیرومرشد کی خدمت میں بھیج دیا۔

قسمِ ششم ...... بعض دھوکے باز پیر اور فراڈی صوفی جنّات کو قابو کرنے کے عمل کر کے ان کو اپنے تابع بنا لیتے ہیں۔ اور ان سے جائز اور ناجائز کام لیتے ہیں، اور جنّات سے متاثر افراد کو جنّات سے رہائی دلوانے کے لیے بعض اوقات فتیلہ کے ذریعے یا ہانڈی کے اندر ان کو قید کر کے آگ میں جلا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان اعمال کا طریقت اور تصوّف سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ کام شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

پہلی صورت کہ جنات کو قابو کر کے جبراً خدمت لینا سراسر ظلم ہے۔ ایسے جنات بعض اوقات دورانِ عمل عاملوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، تا کہ ان کی تسخیر کے عمل سے باز رہیں اور موقع ملے تو عاملوں کو ہلاک بھی کر دیتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَدۡ خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا ۔ طٰہٰ: ۱۱۱

جس شخص نے ظلم کا بوجھ اٹھایا ہو گا، قیامت کے دن وہ تباہ ہو گا۔

دوسری صورت جنّات کو عمل کے ذریعے سے جلانا، شرعاً گناہ حرام ہے۔ آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا، احادیث اور فقہ کی

کتابوں میں اس کی حرمت مذکور ہے۔اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ سلم کے دو صریح ارشاداتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

(۱)...لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ۔۱

آگ کا عذاب آگ کے پروردگار کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔

(۲)...اِنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ۔۲

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ جنات کو مسخر کیا اور نہ اس کے نکالنے کے لیے کوئی مروجہ عمل کیا، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ صراحتاً فرمایا کرتے تھے:

''ہم نہ مدفون تعویذ نکالنے کا عمل جانتے ہیں، نہ جِنّات نکالنے کا''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خود ساری عمر اس عمل سے مجتنب رہے اور سنگیوں کو بھی اس سے اجتناب کی ترغیب دیتے رہے۔اور سنگیوں میں سے جس کسی کو اس عمل کی جانب مائل دیکھتے اسے اس کے خطرناک اور شرعاً ناجائز عواقب سے خبردار فرماتے رہے۔اور اس سے باز رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

۱(سنن ابی داؤد شریف، ج:۱،ص: ۵۵،رقم الحدیث: ۲۶۷۳،مطبوعہ: مکتبۃ العصریہ،صیدا،بیروت)۔
۲(سنن ابی داؤد شریف، ج:۱،ص: ۵۵،رقم الحدیث: ۲۶۷۵،مطبوعہ: مکتبۃ العصریہ،صیدا،بیروت)۔

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کی مساعیِ جمیلہ

چنانچہ سید باقر شاہ صاحب، حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

بہت عرصہ گزرا، حضرت صوفی فوجدار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھگواڑی گلی (مقبوضہ کشمیر) کسٹم چوکی پر متعین تھے، میں ان سے ملاقات کے لیے وہاں پہنچا، دیکھا کہ سائیں بگا علی نامی جِنّات کا ایک عامل سید باقر شاہ صاحب کو چلہ بٹھا رہا ہے اور اس نے انہیں جن بھوت قابو کرنے کے طریقہ کی پیش کش کی۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی پریشانی ہوئی اور سنگیوں نے بھی پریشانی کا اظہار کیا، اور اس سے منع کیا، کیوں کہ یہ عمل طریقت میں جائز نہیں اور شرعاً بھی درست نہیں۔ میں نے صوفی فوجدار خان صاحب کو آمادہ کیا کہ وہ سید باقر شاہ صاحب کو عامل کے چنگل سے چھڑانے کے لیے مسجد میں اعتکاف بٹھائیں، چنانچہ صوفی فوجدار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کو اسباق تلقین فرمائے۔ ذکر کا طریقہ سمجھایا اور اعتکاف بٹھایا، اعتکاف سے فراغت پر صوفی صاحب نے خود اور دوسرے سنگیوں نے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق شاہ صاحب کی مالی خدمت کی۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اجازتِ ارشاد عطا فرمائی۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ ہدایت جناب صوفی فوجدار خان صاحب اور دیگر سنگیوں کی کوششیں رنگ لائیں اور ساداتِ کرام کے گھرانے کا ایک فرد غیر شرعی عملیات سے محفوظ ہو گیا۔

جناب سید لیاقت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن بنگلہ کڑتی علاقہ کوٹلی حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہء ارادت میں شامل تھے۔ حلقہء ارادت میں داخل ہونے سے پہلے آپ شیعہ مذہب کے پیروکار تھے۔ بظاہر سنیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، سادات خاندان سے تعلق کی بناء پر لوگ انہیں پیر صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ان کے اسلاف بھی معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ پیر سید لیاقت حسین شاہ صاحب حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں شامل ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظاتِ شریفہ سماعت فرماتے، ان مجالس کی برکت سے آپ شیعیت کے مکروہ حصار سے باہر آئے، اور مذہبِ اہلِ سُنّت کے سچے پیروکار بن گئے۔ آپ نے اپنی آپ بیتی تحریر فرما کر طبع کرائی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

''عام طور پر سادات قبیلہ کے ہر فرد کو پیر صاحب پکارے جانے کا رواج عام تھا، اسی رواج کے مطابق بندہ کو پیر صاحب کہہ کر پکارا جاتا تھا، اور عقیدت مند لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں، آ کر کتاب دیکھنے کے لیے کہا کرتے تھے اور کتاب پر کچھ نذرانہ بھی مل جاتا تھا، عملیات کی کتاب چھپی ہوئی ہے۔ سائل کتاب پر اپنی انگشتِ شہادت رکھتا ہے، جس کے مطابق لکھا ہوا جواب سائل کو سنا دِیا جاتا ہے۔ بندہ کو تعویذ لکھنے کی اجازت اب سرکار کی طرف سے مل گئی اور فرمایا کہ: اتنی مقدار میں تعویذات روزانہ لکھے جائیں اور کوئی سائل کسی بھی تکلیف مثلاً: نظرِ بد یا بچوں کے رونے کے لیے تعویذ مانگے، تو یہی تعویذ دیئے جائیں۔ اگر کوئی پانچ سو روپے

نذرانہ کی پیش کش کرے تب بھی کتاب نہ دیکھیں۔ان باتوں کو اللہ ہی جانتا ہے اور نہ کسی دوسرے عامل یا پیر فقیر کی تقلید میں ایسا کریں۔انہیں کرنے دیں۔ سورواج کے مطابق بندہ کے پاس بھی کتاب موجود تھی، جسے بوقتِ ضرورت استعمال کیا جاتا تھا، اس فرمانِ پاک سے متاثر ہو کر بندہ نے مسجد شریف جو ابھی کچی تھی، کے صحن میں گڑھا کھود کر کتاب دفن کر دی، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، کے مصداق اس دھندے سے جان آزاد ہوئی۔"

دورِ حاضر میں خوفِ خدا سے عاری تعویذ نویس حضرات حدودِ شرعیہ کو پامال کرتے ہوئے دشمن کو قتل کرنے، یا انہیں ذہنی، جسمانی یا مادی نقصان پہنچانے، مقدمات میں کامیابی حاصل کرنے، اگرچہ تعویذ لینے والا حق پر نہ ہو۔میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرنے کے لیے الٹے سیدھے تعویذات اپنے پیٹ کے دھندے کے لیے بے دریغ دیتے ہیں۔ بلکہ قرآنِ مجید الٹا لکھنے پڑھنے اور خون سے تعویذات تحریر کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ جاہل اور ضرورت مند عوام سے رقوم بٹورنے اور اپنا پیری کا رعب جمانے کے لیے کرتے ہیں۔اس طرح اپنا اور سادہ لوح لوگوں کا دین ایمان اور آخرت برباد کرتے ہیں۔ایسے تعویذات اور عملیات کے لیے وہ بڑی بڑی رقوم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ضعیف الاعتقاد لوگ تو قرض لے کر وہ رقوم ایسے خودساختہ پیروں کو بطورِ نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ ایسے گھناؤنے کردار سے پاک تھی۔

قسمِ ہفتم ...... بہت سے جاہل صوفی مسنون انداز اور شریعت سے ہٹ کر ریاضتیں اور مجاہدات کرتے ہیں اور اپنے حلقہ اثر میں ان کو رواج دیتے ہیں۔ اور انہیں وصول الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ جب کہ یہ طرز اسلام سے بغاوت ہے اور ان کے نتیجے میں جو احوال اور مواجید مترتب ہوں وہ اللہ تعالیٰ کا انعام نہیں بلکہ استدراج ہیں جو غیر مسلم جوگیوں اور سادھوؤں کو بھی حاصل ہوتے ہیں۔

قسمِ ہشتم ...... ان نام نہاد صوفیوں کے نزدیک صرف بیعت ہونا ہی جنّت میں داخل ہونے کا ضامن ہے۔ پیر مرید کے لیے ڈھال ہیں اور عذابِ آخرت سے ان کو بچا لیں گے۔ مرید جو چاہے کرے، حرام روزی کھائے، یہ ضمانت بہر صورت اسے حاصل رہے گی۔

خوفِ خدا اور عذابِ آخرت سے بے فکر نام نہاد صوفی بڑی ڈھٹائی سے اپنے جاہل معتقدوں کے دِلوں میں یہ خیال راسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نجاتِ آخرت کے لیے صرف ان کے حلقہء ارادت میں داخل ہونا ہی کافی ہے۔ ان کے دامن کو تھام لینا جنت میں داخل ہونے کی ضمانت ہے۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ:

جب پہلی دفعہ میں پنیالی کے علاقہ میں آیا تو ایک دِن میں بیٹھا ہوا تھا، قریب سے ایک شخص گذرا، وہ مسافر تھا، شاید تھکا ہوا تھا۔ میرے پاس رُک گیا اور مختلف قسم کی باتیں کرنے لگا۔ دورانِ گفتگو میں نے اس سے پوچھا: کیا آپ کے علاقہ

میں کوئی پیر صاحب تشریف لاتے ہیں؟ اس نے جواب دِیا: جی ہاں اور میں ان کی مجلس میں حاضر بھی ہوتا ہوں، لیکن ان کی باتیں میرے دِل کو نہیں لگتیں۔ کیوں کہ ایک دِن ان کے ایک مرید نے ان سے کسی بیماری کے لیے تعویذ مانگا، تو پیر صاحب جھٹ سے فرمانے لگے: تعویذوں کے لیے میرے پاس نہ آیا کرو۔ مجھے صرف آخرت میں اپنا بیڑا پار کرانے کے لیے اور عذابِ دوزخ سے بچانے کے لیے رہنے دیں۔ میں انشاء اللہ اپنے مریدوں کو دوزخ میں جانے نہیں دوں گا۔ جنت میں لے کر جاؤں گا۔ مجھے ان کی یہ بات بہت کھٹکی۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: صرف کسی سلسلہ میں داخل ہونا جنتی ہونے کی ضمانت نہیں ہے۔ بلکہ شیخ سے بیعت درحقیقت پیر اور مُرید کے درمیان ایک عہد ہوتا ہے۔ طالب بیعت کے ذریعے یہ عہد کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں اپنی زندگی گذاروں گا۔ شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہوں گا۔ گناہوں سے اپنے دامن کو بچاؤں گا۔ اس سلسلہ میں شیخ کی ہدایات سے رہنمائی حاصل کرتا رہوں گا۔ بیعت کا مقصد صرف یہی ہے۔

قسمِ نہم...... اکثر نام نہاد پیروں نے عوام کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ناجائز اور خلافِ شرع تعویذات اور عملیات کا دھندا شروع کر رکھا ہے۔ بالخصوص مستورات ان عاملوں کی گرم بازاری کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ بعض تو اس فن سے بالکل نابلد ہوتے ہیں، نہ اس فن کو کسی کامل سے سیکھا ہوتا ہے اور

نہ ہی اجازت حاصل کی ہوتی ہے، جو عقیدت مند آیا کچھ ٹیڑی لکیریں کاغذ پر کھینچ دیں، کچھ لکھ دِیا اور عقیدت مند کے حوالے کر کے اپنے دام نذر کے نام پر وصول کر لیے۔ کوئی جادو کے عمل کرتا ہے تو کوئی کالے علم کا توڑ کرنے کے دعوے کرتا ہے، بعض تعویذ لکھنے کے لیے قیمتی اشیاء کستوری، زعفران کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کچھ شعبدے بازی سیکھ کر اپنا رعب قائم کرتے ہیں۔ بعض مدفون تعویذات نکالنے کے بہانے رقوم وصول کرتے ہیں۔

(نام نہاد) پیر شرعاً ناجائز کاموں کے لیے تعویذات کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان تمام اُمور کا طریقت سے کوئی تعلق نہیں۔

تعویذات

یہ واضح رہے کہ تعویذات کا موثر ہونا ثابت ہے۔ اولیائے کاملین مخلوقِ خدا کی مشکلات کے لیے دُعا، توجہ سے کام لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ تعویذات سے بھی ان کی تکالیف کا مداوا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ ومُربی اور والدِ ماجد حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سے صدہا تعویذات کی اجازت حاصل تھی، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ عموماً تمام اُمور کے لیے اسمِ ذات کے تعویذ پر انحصار فرماتے۔ اسے خدمتِ خلق کا ایک موثر ذریعہ سمجھ کر بغیر کسی عوضانہ، نذرانہ کے رضائے الٰہیہ کے لیے ضرورت مندوں کو عطا فرمایا کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

''میں نہ کتاب نکالتا ہوں، نہ قسمت معلوم کرنے کا کوئی حساب جانتا ہوں، نہ کشف کا دعویٰ رکھتا ہوں، ہاں اللہ کا نام لکھ رکھا ہے، ضرورت مند تعویذات لے جاتے ہیں، کوئی کہتا ہے آرام آ گیا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ آرام نہیں آیا''۔ ١

تعویذات کی تاثیر

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعویذ نویسی اور ضرورت مندوں کو عطا کرنا ایک حیلے اور سبب کی مانند ہے۔ جس طرح دیگر حیلوں اور اسباب کے نتائج کا انحصار مشیّتِ ایزدی پر ہوتا ہے، اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''تعویذات کا مؤثر ہونا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ

---

١ نورِ خانقاہِ ہدایت ص ۲۳۴۔

چاہے تو یہ مؤثر ہوتے ہیں اور ضرورت مندوں کی ضروریات اس سے پوری ہوتی ہیں اور اگر اس پاک ذات کی مرضی اور مشیت نہ ہو تو ان میں کوئی اثر نہیں ہوتا''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ تعویذات کے حتمی مؤثر ہونے کا یقین نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ فرماتے کہ:

''ان کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہے۔

اور نہ ہی تعویذات کا زود اثر ہونا ولایت کا نشان سمجھتے تھے، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

''سلوک کا کمال کشف اور تعویذات کے مؤثر ہونے یا دُعا کے قبول ہونے میں نہیں ہے، بلکہ کامل اتباعِ شریعت اور سلسلہ شریفہ سے محبت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے تو کشف وغیرہ بند ہو جاتے ہیں''۔ ۱

نااہل پیروں کے کرتوت

آپ رحمۃ اللہ علیہ خود ساختہ عاملوں کے عملیات، ان کے تعویذات اور حساب کے خوفناک نتائج سے اپنے عقیدت مندوں کو اپنی مجالس میں اور اپنے مکاتیب شریفہ کے ذریعے مجالس مبارکہ میں حاضر نہ ہو سکنے والوں کو گاہ بگاہ آگاہ فرماتے رہتے تھے کہ ان کے ذریعے خاندان، بھائیوں اور میاں بیوی میں کس طرح اختلاف اور سر پھٹول کی نوبت آتی رہتی ہے۔

ا رمغان طریقت ص ر ۹۰۔

صوفیہء کرام کی اصلاحی کوششیں

مسلم معاشرے کو ہر دور میں ایسے ہی ناگفتہ بہ اور کٹھن صورتِ حالات کا سامنا رہا، مگر بحمدہ تعالیٰ حقیقی صوفیائے کرام سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی، وراثتِ انبیاء علیہم افضل صلوات اللہ تعالیٰ واز کی تسلیماتہ کے یہ اصلی وارث پوری تندہی اور دل سوزی سے اصلاح کی کوششوں میں مصروف رہے۔ نقلی مشائخ، جعلی مرشدوں، ان کے پیدا کردہ باطل نظریات اور ان کی جاری کردہ غلط رسومات ورواج کی نشان دہی کر کے عملی صورت میں تصوّف اور طریقت کے خدوخال نکھارتے رہے۔

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

سَیِّدُ الْاَوْلِیَاء داتا گنج بخش حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں اپنے قریب العہد بزرگ ابوالحسن علی بن احمد بوشنجی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یوں درج فرمایا ہے:

اَلتَّصَوُّفُ الْیَوْمَ اِسْمٌ وَّلَا حَقِیْقَةٌ وَّقَدْ کَانَ حَقِیْقَةً لَّا اِسْمًا۔ ۱

ترجمہ: ”تصوف کا آج صرف نام باقی ہے جو حقیقت سے خالی ہے، کبھی اس کی حقیقت موجود تھی، اس وقت اس کا نام نہ تھا“۔

اس کی وضاحت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

صالحین اور صحابہء کرام کے زمانے میں یہ نام موجود نہ تھا، لیکن اس کی حقیقت ہر شخص میں جلوہ گر تھی۔ ۲

۱: کشف المحجوب، ص ۴۲۔ ۲: کشف المحجوب، ص ۴۲۔

پھر بحث کو سمیٹتے ہوئے فرمایا:

اگر اسم مجرد را انکار کنند باک نیست، که معانی اندر حق مسمیات بیگانہ باشد، و اگر عین ایں معانی را انکار کنند انکارِ کل شریعت پیغامبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم و خصالِ ستودہ باشد۔[1]

ترجمہ: لوگ اگر تصوف کے نام کا انکار کریں تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ اکثر ناموں کے معانی ان ناموں والی چیزوں میں نہیں پائے جاتے (جیسے اللہ تعالیٰ کے کسی باغی کا نام مطیع اللہ ہو) اور اگر تصوف کے ان معانی کا انکار کریں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ساری شریعت اور اخلاقِ محمودہ کا انکار ہوگا۔

1 کشف المحجوب، ص ۴۲۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۴۶۵ھ) نے اپنے زمانے کے متصوفین اور ان کے ہاتھوں تصوف و طریقت کی ہونے والی حالتِ زار پر ایک طویل چشم کشا مرثیہ تحریر کیا ہے۔ جو پڑھنے کے قابل ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر یہاں اس سے ابتدائی چند جملے درج کیے جاتے ہیں۔

صوفیاء کی جماعت کے محققین تو بیشتر ختم ہو چکے ہیں۔ اور اب صرف ان کا نشان ہی نشان باقی رہ گیا ہے، ان کی مثال اس شعر کی مصداق ہے:

أَمَّا الْخِيَامُ فَإِنَّهَا كَخِيَامِهِمْ

وَأَرٰى نِسَاءَ الْحَيِّ غَيْرَ نِسَائِهَا

ترجمہ: ''ان کے خیمے تو بعینہ ویسے ہی دکھائی دیتے ہیں جیسے کہ (محبوب کے لوگوں کے) خیمے دکھائی دیتے تھے، مگر مجھے یقین ہے کہ خیموں میں عورتیں محبوبہ کے قبیلہ کی عورتیں نہیں ہیں''۔

طریقت میں خلا پیدا ہو گیا ہے، نہیں بلکہ درحقیقت طریقت مٹ چکی ہے۔ جن شیوخ سے لوگ ہدایت پاتے تھے گذر چکے ہیں اور اب وہ نوجوان بھی کم پائے جاتے ہیں جو ان شیوخ کے اخلاق و سیرت کی پیروی کرتے تھے''۔ (۱)

یہ پوری کتاب آپ کی طرف سے تصوّف اور صوفیا کے اصلاحِ احوال کی ایک خوبصورت کوشش ہے۔

---

۱ (رسالہ قشیریہ (اردو ترجمہ) ص ۱۰۶،۱۰۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حُجّۃ الاسلام امام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۰۵ھ) نے اپنے ہم عصر کی حالتِ زار کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

اَلصِّنْفُ الرَّابِعُ مِنَ الْمَغْرُوْرِیْنَ الْمُتَصَوِّفَةُ وَمَا اَغْلَبَ غُرُوْرَ هٰؤُلَاءِ مِنْهُمْ مُّتَصَوِّفَةُ اَهْلِ هٰذَا الزَّمَانِ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ اِغْتَرُّوْا بِالزِّيِّ وَالْخُلْقِ وَالْهَیْئَةِ فَشَابَهُوْا الصَّادِقِیْنَ مِنَ الصُّوْفِیَةِ فِیْ زِیِّهِمْ وَهَیْئَتِهِمْ وَاَلْفَاظِهِمْ وَاٰدَابِهِمْ وَمَرَاسِهِمْ وَاصْطِلَاحِهِمْ وَاَحْوَالِهِمُ الظَّاهِرَةِ فِی السَّمَاعِ وَالرَّقْصِ وَالطَّهَارَةِ وَالصَّلٰوةِ وَالْجُلُوْسِ عَلَى السَّجَّادَةِ مَعَ اِطْرَاقِ الرَّأْسِ وَاِدْخَالِهٖ فِی الْجَیْبِ كَالْمُتَفَكِّرِ مَعَ تَنْفِیْسِ الصَّعْدَاءِ وَفِیْ خَفْضِ الْاَصْوَاتِ فِی الْحَدِیْثِ وَفِی الصِّیَاحِ اِلٰى غَیْرِ ذٰلِكَ فَلَمَّا تَعَلَّمُوْا ذٰلِكَ ظَنُّوْا اَنَّ ذٰلِكَ یُنْجِیْهِمْ فَلَمْ یَتْعَبُوْا اَنْفُسَهُمْ قَطُّ بِالْمُجَاهَدَةِ وَالرِّیَاضَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ لِلْقَلْبِ وَتَطْهِیْرِ الْبَاطِنِ وَالظَّاهِرِ مِنَ الْاٰثَامِ الْجَلِیَّةِ وَالْخَفِیَّةِ وَكُلُّ ذٰلِكَ مِنْ مَّنَازِلِ التَّصَوُّفِ. ثُمَّ اِنَّهُمْ یَتَكَالَبُوْنَ عَلَى الْحَرَامِ وَالشُّبْهَاتِ وَاَمْوَالِ السَّلَاطِیْنِ وَیَتَنَافَسُوْنَ فِی الرَّغِیْفِ وَالْفَلْسِ وَالْهِبَةِ وَیَتَحَاسَدُوْنَ عَلَى النَّقِیْرِ وَالْقِطْمِیْرِ وَیَمْزُقُ بَعْضُهُمْ اِعْرَاضَ بَعْضٍ مَهْمَا خَالَفَهٗ فِیْ شَیْئٍ مِّنْ غَرْضِهٖ فَهٰؤُلَاءِ غُرُوْرُهُمْ ظَاهِرٌ۔[۱]

۱ (الکشف التبیین فی غرور الخلق اجمعین، ص ۴۷، ۴۸)

ترجمہ: فریب خوردہ لوگوں کی چوتھی جماعت خود ساختہ صوفیاء کی ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کس قدر دھوکے میں مبتلا ہیں۔ ان ہی میں الا ماشاء اللہ ہمارے زمانہ کے نام نہاد صوفی بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ اپنی وضع قطع، گفتگو اور شکل وصورت کے باعث دھوکے میں ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی وضع قطع، شکل وصورت، گفتگو، آداب، اطوار، خاص مفہوم ادا کرنے کے لیے مخصوص الفاظ اور ظاہری احوال میں صحیح اور سچے صوفیہ کی مشابہت اختیار کر رکھی ہے۔ یہ لوگ ان کی طرح سماع، وجد، طہارت، نماز، مصروفِ ذکر وفکر آدمی کی مانند سر کو جھکا کر گریبان میں ڈالنے، جائے نماز پر بیٹھنے، درد بھری آہیں کھینچنے، گفتگو اور کسی کو پکارتے وقت آواز کو دھیما اور پست رکھنے وغیرہ جیسے اعمال کرتے ہیں۔ جب ان ظاہری اعمال میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں تو سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ افعال انہیں نجات دلا دیں گے۔ لیکن اپنے آپ کو مجاہدہ، ریاضت، مراقبہ، جلی وخفی گناہوں سے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کی مشقتوں میں نہیں ڈالتے۔ حالاں کہ یہ تمام امور منازلِ تصوف میں داخل ہیں۔ پھر وہ حرام، مشتبہ اور بادشاہوں کے مالی عطیات پر کتوں کی مانند جھپٹ پڑتے ہیں۔ غلہ، نقدی اور روٹی حاصل کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیر اور تھوڑی سی اشیاء کی خاطر ایک دوسرے کا حسد کرتے ہیں۔ اور جب کوئی ان کے مقصد کی مخالفت کرے تو اس کی عزت وآبرو کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔

حضرت خواجہ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی (المتوفی ۵۶۳ھ) قدس سرہ العزیز نے اپنے زمانے کے نام نہاد خود ساختہ صوفیوں کی سیرت واعمال کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

وہ (نام نہاد صوفی) طمع کو ارادہ کہتے ہیں، اور سوءِ ادب کا نام اخلاص رکھا ہے، اور حق سے خروج شطح کہتے ہیں۔ اور مذموم چیزوں سے تَلَذُّذ کو تَطیِیب (اچھی چیزوں سے فائدہ اٹھانا) کہتے ہیں۔ اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کو ابتلاء اور دنیا کی طرف رجوع کو وصول اور بد خلقی کو صولت، بخل کو شکاوت (احتیاط) اور بدزبانی کو ملامت کا نام دے رکھا ہے۔ حالاں کہ یہ صوفیاء کا طریقہ نہیں۔ ا

چند آئمہ ءطریقت اور ان کی مساعیِ جمیلہ

حضور غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر، حضرت خواجہ غریب نواز، معین الدین اجمیری، شیخ المشائخ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری، امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی قدست اسرارہم القدسیہ اور دیگر تمام اساطینِ طریقت نے اپنے اپنے زمانہ میں طریقت وتصوف کے چشمہءصافی کو بدعات واختراعات کے خس وخاشاک اور بدعقیدگی وبدعملی کی نجاسات سے پاک وصاف رکھنے کی مساعی جمیلہ کو جاری رکھا۔ ان کی کوششوں کی بدولت کثیر

ا ترجمہ آداب المریدین، ص ۳۵، مطبوعہ المعارف لاہور)

خلقِ خدا گمراہیوں کی دلدل میں پھنسنے سے محفوظ رہی۔ خواجہء عالم حضرت قاضی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ بھی ان اکابر اولیائے کرام کے گروہ کے ایک فرد تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے دورِ حاضر میں تصوف وطریقت کی تجدید واحیاء کے لیے پیدا فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقی تصوف وطریقت کے شاندار اور تاب ناک تاریخی تسلسل کی حفاظت وصیانت میں اپنی حیاتِ طیبہ کے سارے لیل ونہار اور ماہ وسال صرف فرما دیئے، اپنے خونِ جگر سے اس شجرِ طیب کی آبیاری کی اور لغویات وبدعات کے تمام ترحشو وزوائد سے اسے پاک کر کے اُسے اُس کے حسین وجمیل روپ میں مخلوق خدا کے سامنے پیش کیا۔

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

(اقبال)

امامِ ربانی حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ العزیز کی اتباع میں آپ رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے کرام کے نظریہء وحدتُ الوجود کے قائل تھے۔ لیکن عرفانِ ربانی کے سلسلہ میں آخری اور منتہی منزل وحدتُ الشہود کو قرار دیتے تھے۔ نظریہ وحدتُ الوجود کی غلط توجیہات وتشریحات اوران کے غلط، بلکہ غیر اسلامی ثمرات ونتائج آپ کی نظروں سے اوجھل نہ تھے۔

وحدت الوجودی صوفیہ کا احترام

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ وحدث الوجود کے حامل بزرگوں کا بے حد احترام فرماتے، اور اپنے حلقہء اثر میں ان کا احترام کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''وحدث الوجود نظریئے کے حامل بزرگوں کی شان میں بے ادبی ہرگز نہیں کرنی چاہیے، بہت سے بڑے بڑے بزرگ وحدث الوجودی ہوئے ہیں۔مثلاً مولانا جامی اور مولانا روم رحمہا اللہ''۔۱

نیز فرمایا کرتے تھے:

وحدث الوجود نظریہ کے حامل صوفیہ کرام کے اشعار وفرمودات پر اہلِ طریقت نے معتدل اور مناسب طریقہ اپنایا ہے۔ان کا ایسا کلام جو معاملہ اور ذوق سے تعلق رکھتا ہو اور عقل کی سطح سے بلند ہو، سنیں تو انکار میں جلدی نہ کریں، اس کی تاویل شریعت کے مطابق کر لینی چاہیے۔ اور نہ ایں کار می کنم ونہ انکار می کنم کا طریق اپنانا چاہیے۔جس طرح کہ ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللهُ'' ارشاد ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور نیستی محض حاصل ہو جائے تو اس وقت سالک کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا، یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ اس وقت فقیر اللہ سے متحد ہو جاتا ہے۔اور خدا بن جاتا ہے۔کیوں کہ یہ عقیدہ اور تصور کفر اور زندقہ ہے۔ ۲

۱ (ارمغانِ طریقت، ص ۲۶)   ۲ ا(ارمغانِ طریقت، ص ۹۳،۹۲)

ایسے ارشادات کی باطل تشریحات کا نتیجہ تھا کہ لباسِ خضر میں ملبوس رہزن بوالہوسوں نے اسلام اور کفر کی تمیز اٹھا دی تھی، رام اور رحیم کو ایک ماننے لگے تھے۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ واجبُ الوجود ہے، ساری کائنات کا خالق ہے۔ ساری کائنات ممکنُ الوجود ہے، مخلوق ہے، دونوں ایک نہیں ہو سکتے، نہ مخلوق اپنی حدود سے ترقی کر کے خالق سے متحد ہو سکتی ہے، نہ خالق جل وعلا اپنے مرتبہ سے نزول فرما کر مخلوق میں حُلول کر سکتا ہے، اتحاد وحلول کا نظریہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سراسر غیر اسلامی ہے۔ دینِ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہے:

''انہوں (آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اکابرین) نے عبد ومعبود کے فاصلے کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا، مقامِ بندگی سے باہر قدم نہ نکالا، اللہ تعالیٰ سے ان کا رشتہ خالق ومخلوق کا رہا، وہ خود حیات ہے دوسروں کے لیے منبعِ حیات ہے۔ وہ قائم بالذات ہے اور دوسروں کے لیے قیام کا باعث ہے''۔ ۱

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وحدتُ الوجود اور ہمہ اوست کے قائلین اکابر اولیائے کاملین کا مقصود صرف وہی ہے، جو انہوں نے خود بیان فرمایا کہ:

''ساری کائنات اس ذات واجب الوجود کی قدرت کا گونا گوں ظہور ہے، ماسوی اللہ سب کچھ اس کی قدرتِ قاہرہ کے جلوے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں، جو اس کی ہستی پر دلالت کرتے ہیں''۔

۱ (مکاتیب الفردوس، ج ۱، مکتوب ۲۱۶)

بالفاظِ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ:

''ذات وَاجِبُ الْوُجُوْدِ جَلَّ مَجْدُہٗ کا وجود حقیقی اور اصلی ہے، اس کے علاوہ جملہ موجودات کا وجود محض ظنی ہے جو کسی شمار وقطار کے لائق نہیں''۔

ان بزرگوں کے دل ودماغ پر محبوبِ حقیقی جل جلالہ کی محبت نے ایسا تسلّط جما لیا تھا کہ ان کی نظروں میں محبوب کے سوا کسی اور کی سمائی اور گنجائش ہی نہ رہی۔ یہ محبت کے انتہائی غلبہ کے کرشموں سے ایک ہے۔ کیوں کہ ایسی حالت میں محب کو محبوب کے بغیر نہ کچھ نظر آتا ہے اور نہ کوئی اور اس کے دِل ودماغ میں سما سکتا ہے، محبوب کے سوا سب کچھ اس کے مشاہدہ سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت میں محب ہمہ اوست پکار اٹھتا ہے، لیکن یہ سب کچھ قوتِ خیال کے کرشمے ہیں۔ اگر وہ ماسوی اللہ کی نفی کرتا ہے تو بزعمِ خویش حق پر ہوتا ہے، لیکن حقیقت بہرحال حقیقت ہے۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احکامِ شرعیہ کی اہمیت

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مؤمن جب تک زندہ ہے اور اس کے ہوش وحواس قائم ہیں، احکامِ شرعیہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، سالک کے لیے روحانی مدارج میں ترقی اور عروج کے دوران کوئی مرحلہ ایسا نہیں آتا جہاں وہ حدود وقیودِ شرعیہ سے آزاد ہوسکے۔ بلکہ روحانی ترقی عزیمت پر عمل کا تقاضا ساتھ لاتی ہے۔ یعنی قربِ باری تعالیٰ کے مرتبہ کے حصول سے قبل شرعی رخصت کو اپنانے کی گنجائش ہوتی ہے، اس

مقام پر فائز ہونے کے بعد یہ گنجائش ختم ہو جاتی ہے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری حیاتِ مبارکہ اس حقیقت کا واضح ثبوت مہیا کرتی رہی، اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ مبارکہ اور اعمالِ مبارکہ سے اس کی تائید ایک مستقل مقالے کے متقاضی ہیں۔ ان میں چند تذکرہء جاناں اور نورِ خانقاہِ ہدایت میں درج کیے جا چکے ہیں۔ چند مزید ارشادات یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

"ہم عاجز بندے ہیں، صرف اس کی رضاجوئی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، اور ہمارے گرد احکامِ شریعت کا حصار کھینچ دیا گیا ہے اس سے باہر جانا ہمیں زیب نہیں دیتا"۔ ۱

ڈڈیال آزاد کشمیر سے ایک عقیدت مند نے اپنی مشکل ان الفاظ میں پیش کی:

"میں تیس سال کا ہوں، ابھی تک میری شادی اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ میں نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھی ہوئی ہے، جہاں جاتے ہیں داڑھی کی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں"۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو حوصلہ دیتے ہوئے یوں جواب تحریر کرایا:

"آپ کو اعتماد ہونا چاہیے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جن کی سنت کی پیروی میں آپ پریشان ہو رہے ہیں، آپ کو مایوس نہیں ہونے دیں گے، اس

---

۱ (مکاتیب الفردوس، ج ۱، مکتوب ۲۱۶)

ساری کائنات کا وجود ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا مرہونِ منت ہے۔
پامردی کا مظاہرہ کریں، اللہ تعالیٰ بہتر صورت پیدا کریں گے"۔ ۱

ایک عقیدت مند کو فرمایا:

"اس امر کی فکر کرنی چاہیے کہ شریعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، احکامِ شریعت کی پابندی کریں، یہی اصل سرمایہء حیات ہے۔ اس میں سعادتِ دارین اور سکون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پسند اور ناپسند کی نشاندہی کر دی ہے۔ اس کی پسند کے کاموں میں لگے رہیں، تاکہ اس کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو"۔ ۲

ایک اقتصادی اور معاشی بدحالی میں مبتلا شخص کو یوں نصیحت فرمائی:

"بندہ کے نزدیک اوامر اور نواہی ہی دین کی اصل روح ہیں، ان کی بجا آوری سکونِ قلب کا باعث ہے"۔ ۳

بیعت کے ایک طالب کو یوں نصیحت فرمائی:

"یہ بندہ عاجز ہر ملنے والے کو احکامِ شریعت کی اتباع کی درخواست کرتا ہے، نمازِ پنجگانہ باجماعت کی ہدایت کرتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا دھیان رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اگر آپ ان باتوں پر عمل کریں تو یہی بیعت ہے"۔ ۴

اپنے پوتے حضرت پیر محمد عبدالسلام دامت برکاتہم العالیہ کو تحریر کرایا:

"یہ علمِ شریعت ہی ہے جس کی روح سے نفس کی امارگی کو روکا جا سکتا ہے۔" ۵

---

۱ (مکاتیب الفردوس، ج ۱، مکتوب ۲۳۹)
۲ (مکاتیب الفردوس، ج ۱، مکتوب ۲۴۲)
۳ (مکاتیب الفردوس، ج ۱، مکتوب ۱۳۸)
۴ (مکاتیب الفردوس، ج ۲، مکتوب ۲۳)
۵ (مکاتیب الفردوس، ج، مکتوب ۴۲)

عام طور پر صوفیہء کرام شریعت اور طریقت کے تعلق کو منبع اور اس سے نکلنے والے فیض کو دریا اور چشمہ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: شریعتِ مطہرہ منبع ہے، طریقت، حقیقت اور معرفت اس سے نکلنے والے دریا اور چشمے ہیں۔ لیکن امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بڑے پتے کی باتیں کی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

شریعتِ مُطہرہ منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، عموماً کسی منبع سے دریا بہتا ہو تو اسے زمینوں کو سیراب کرنے میں منبع کی حاجت نہیں ہوتی، لیکن شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی حاجت ہے۔ اگر شریعت کے منبع سے طریقت کے دریا کا تعلق ٹوٹ جائے تو صرف یہی نہیں کہ آئندہ کے لیے اس میں پانی نہیں آئے گا، بلکہ یہ تعلق ٹوٹتے ہی دریائے طریقت فوراً فنا ہو جائے گا۔

پھر فرماتے ہیں کہ:

شریعت و طریقت تو منبع و دریا کی مثال سے بھی اعلیٰ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ ربانی نور کا ایک فانوس ہے کہ دین کی دنیا میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں اور اس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں۔ اس روشنی کی زیادتی وافزائش چاہنے کا نام طریقت ہے۔ یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے، جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے اور

نورِ الٰہی تجلی فرماتا ہے۔ یہ مرتبہء علم میں معرفت اور مرتبہء تحقیق میں حقیقت ہے۔ درحقیقت شریعت ہی ہے کہ مختلف مراتب کے لحاظ سے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔ جب یہ نور بڑھ کر صبحِ روشن کی مثل ہو جاتا ہے تو ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا ہے اور اس سے کہتا ہے، چراغ بجھا دے، اب تو صبح خوب روشن ہو گئی ہے، آدمی دھوکے میں نہ آئے تو اور نور بڑھ کر دِن کی مثل ہو جائے تو شیطان پھر کہتا ہے: دِن اتنا روشن ہے۔ کیا اب بھی چراغ نہیں بجھائے گا؟ اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرمائے تو بندہ لاحول پڑھتا ہے اور کہتا ہے: اے لعین! یہ اس فانوس ہی کا نور ہی تو ہے، اسے بجھا دِیا تو روشنی کہاں سے آئے گی۔ پس وہ ملعون دفع ہو جاتا ہے اور بندہ نورِ حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہء نور میں فرمایا گیا ہے:

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ۔ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔ (النور ۳۵)

یعنی نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے، جسے چاہتا ہے۔

اگر آدمی شیطان کے دھوکے میں آ گیا اور سمجھا کہ دِن تو ہو گیا، اب مجھے اس چراغ کی کیا حاجت۔ پھر جیسے ہی اس نے چراغ بجھایا، گھپ اندھیرا ہو گیا کہ ہاتھ سے ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا۔ جیسا کہ قرآنِ عظیم میں ارشاد ہوا:

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا۔

ایک پر ایک اندھیرے ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ سوجھائی دے۔

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ (النور ۴۰)

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس ربانی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش ان کو اس کی خبر ہوتی تو شاید توبہ کرتے، لیکن ستم تو یہ ہے کہ شیطان ملعون نے جہاں فانوس بجھوایا، اس کے ساتھ ہی فوراً اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی۔ یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقتاً نار ہے۔ یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے، ایک چراغ ہے۔ ہمارا نور آفتاب کو شرما رہا ہے، لیکن انہیں خبر نہیں کہ اہلِ شریعت کے پاس ہی اصل نور ہے اور ان کے پاس صرف دھوکا۔

مزید فرمایا:

شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک، اسی قدر ہادی کی حاجت زیادہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔

پھر عارف باللہ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ طریقت و شریعت کے درمیان تعلق کو ایک اور مثال کے ذریعے یوں واضح کرتے ہیں کہ:

”شریعت ایک عمارت ہے، جس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی ہے۔ پھر ظاہری اعمال وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے، اور جب یہ تعمیر اوپر بڑھ کر

آسمان تک پہنچی وہ طریقت ہے۔ دیوار جتنی اونچی ہوگی، نیو (یعنی بنیاد) کی زیادہ محتاج ہوگی۔ اور نہ صرف بنیاد بلکہ اعلیٰ حصہ نچلے حصہ کا بھی محتاج ہے۔ اگر دیوار نیچے سے خالی کردی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی۔ احمق وہ ہے جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی، اور دِل میں ڈالا کہ اب تو ہم زمین کے دائرے سے اونچے گذر گئے ہیں۔ ہمیں ان سے تعلق کی کیا حاجت ہے۔ پس بنیاد سے دیوار جدا کرلی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآنِ عظیم نے فرمایا کہ:

اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں گر پڑی۔

اسی لیے اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ:

جاہل صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے"۔ [1]

---

[1] ملخصاً: از فتاویٰ رضویہ ج:۲۱، ص: ۲۲۵ تا ۲۲۸، سنِ اشاعت: مئی ۲۰۰۲ء

منصبِ طریقت کے لوازمات

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک شیخِ طریقت کے منصب کے لوازمات اور اس کے تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے، کہ ایک شیخِ طریقت کا کام طالبانِ حق کو عرفانِ باری تعالیٰ کی راہ پر چلانا، اس مبارک سفر کے دوران پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا، ان خطرات ومہالک سے محفوظ رہنے کی تراکیب کی نشاندہی کرنا اور انہیں معرفتِ خداوندی کے حریمِ پاک میں داخل کر کے واصل الی اللہ کرنا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات مبارکہ میں ایک شیخ کی ذمہ داریوں کے بارے میں چند مقامات پر واضح اشارے ہیں:

ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک ارادت مند کو ارشاد فرمایا:

"آپ کا اور ہمارا معاملہ اللہ واسطے کا رشتہ ہے، ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی سمجھ کے مطابق آخرت کے لیے آمادہ کرتے رہیں۔ اس احساس کے تحت لکھ رہے ہیں کہ آپ نماز کی پابندی کریں۔ شب بیداری کی کوشش کریں۔"[1]

ایک اور ارادت مند کو یوں لکھا:

"ہمارا کام بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنا ہے اس دستور کے تحت آپ کو لکھ رہے ہیں کہ آپ کوشش کریں نماز باجماعت پڑھیں اور نماز کی پابندی کریں۔ ۲

(مکاتیب الفردوس، ج ا، مکتوب ٦٥) (مکاتیب الفردوس، ج ا، مکتوب ٦٦)

موضع بنڈی تحصیل ساہنی کے قاری عبدالرء وف صاحب کو یوں نصیحت فرمائی اور مرشد کی فرماں برداری کے فوائد سے آگاہ فرمایا:

پیر و مرشد کی رہنمائی کو کم اہمیت نہیں دینی چاہیے، وہی سب کو اس کی استعداد کے مطابق تعلیم دیتے ہیں اور اسی پر عمل کرنے میں بھلائی ہے۔[۱]

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عمر بھر یہی معمول رہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر آنے والے کو خدا سے لو لگانے کی تلقین فرمائی۔ زیادہ تر لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دنیا کے آلام و مصائب کے ستائے ہوئے حاضر ہوتے، کوئی علیل ہوتا، کسی کا کاروبار تباہ ہو چکا ہوتا، کوئی گھریلو الجھنوں کا ستایا ہوا ہوتا، تو کوئی معاشرہ کے رویوں سے دل برداشتہ ہوتا۔ جب دنیا میں ہر طرف سے مایوسی کا سامنا ہوتا تو ایسے لوگ کسی اللہ والے کے متلاشی ہوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے اولیائے کاملین کے سرور و سردار تھے۔ ایسے لوگ کھنچے کھنچے ،آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور یہاں آ کر سکون کی دولت سے مالامال ہوتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

"ہم دُرویش لوگ ہیں، کوئی بھی ہمارے پاس آئے، رکاوٹ نہیں ہے۔ ہم صرف اللہ کا رستہ دکھاتے ہیں، کوئی عمل کرے یا نہ کرے، اس کی مرضی۔"[۲]

---

۱ (مکاتیب الفردوس، ج ۱، مکتوب ۲۷۷)

۲ (ارمغانِ طریقت، ص ۹۴)

اللہ تعالیٰ کے رستہ کے طالب شاذ و نادر ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس بات کا آپ کو قلق رہا، اس کا اظہار ایک دفعہ فرمایا کہ:

ہمیں کم ہی ایسے شخص ملے ہیں جنہیں ہم اللہ اللہ سکھائیں۔ لیکن جب کوئی طالبِ مولیٰ آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل باغ باغ ہو جاتا، دل کی کلی کھل جاتی، آپ رحمۃ اللہ علیہ بے حد مسرت کا اظہار فرماتے اور خدا کا شکر بجالاتے۔

دنیاوی مقاصد کے لیے حاضر ہونے والے کی آمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ قطعاً چیں بجبیں نہ ہوتے۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے نہایت شفیقانہ برتاؤ فرماتے۔ ان کی گزارشات بڑی توجہ سے سماعت فرماتے۔ اور انہیں بھی اللہ کا نام سکھاتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بالعموم اپنے والدِ ماجد قبلہ ءعالم حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اپنی مجلس میں دہرایا کرتے:

''لوگ ہمارے پاس دنیوی خواہشات لے کر آتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرتے ہیں، اسمِ ذات کے تعویذ دیتے ہیں، امید ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کا کام بنا دے تو شاید اسے دین کی جانب رغبت ہو جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دین سے نفور لوگ جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوئے اور کسی اللہ والے کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل حل کر دی تو وہ یکسر دین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ [1]

1 (آفتابِ مشائخ، ص: ۲۶۴، ۲۶۳)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول مبارک تھا کہ ہر کسی کو مصائب و آلام سے بچنے کا ایک ہی تیر بہدف نسخہ تجویز فرماتے، اور وہ ہے، اللہ کی یاد، اور اس کی پاک ذات کی بارگاہ میں مکمل توجہ اور خود سپردگی، چنانچہ اپنے عقیدت مند ایک افسر ،جن کو شکایت تھی کہ دو ٹھیکیدار اور دفتر کا عملہ ان کے خلاف جھوٹے مقدمات بنا رہا ہے،کو یوں ارشاد فرمایا:

''یہ دنیا ہے۔ اس میں مفادات اور خواہشات کا تصادم رہتا ہے، مگر جو متوجہ الی اللہ ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت سہارا دیئے رکھتی ہے۔'' ۱

ایک شخص جو بیٹیوں کے رشتہ کے سلسلہ میں پریشان تھا، اس کو مشکل کے حل کے لیے یوں تحریر فرمایا:

''ہر آن متوجہ الی اللہ رہیں، وہی ذات فاعلِ حقیقی ہے اور مؤثرِ حقیقی ہے۔ آیتِ کریمہ پڑھا کریں، جب سوا لاکھ ہو جائے تو مختصر ختم دیا کریں، اور اپنی حاجات کو مدِ نظر رکھیں۔'' ۲

ایک پریشان حال عقیدت مند نے اپنی پریشانی کی داستان ایک عریضہ کے ذریعے پہنچائی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں یوں تحریر فرمایا:

''آپ کی پریشان داستان نے متاثر کیا، اللہ کے حضور دُعا ہے کہ وہ ذات آپ کی پریشانی دور کرے، بندہ اللہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور یہی نصیحت کرتا ہے کہ اس کا دامن تھامو، وہی ذات مؤثر اور فاعلِ حقیقی ہے''۔

---

۱ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۲۷) ۲ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۳۶)

معاشی تنگ دستی سے مجبور اور مقروض آدمی کو یوں جواب تحریر فرمایا:

''اس بندہء عاجز کا کام دُعا کرنا ہے، قبولیت اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے، وہی ذات فاعلِ حقیقی ہے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں، عبد ہونے کے ناطے عجز وانکساری سے کام لیں، بندے کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔۱

ایک پریشان حال عقیدت مند کو پریشانی کا علاج بتاتے ہوئے تحریر فرمایا:

''آپ کی پریشانی کا علم ہوا، ان سب دکھوں اور دردوں کا علاج اللہ تعالیٰ کی یاد ہے، اسی کے حضور اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار کرو۔ وہ ذات اپنے کاموں کی حکمت سے واقف ہے، یہ بندہء عاجز بھی دُعا گو ہے۔ نماز باقاعدہ پڑھو، تہجد کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دو، اور اگر ہو سکے تو آیتِ کریمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" کا ورد کثرت سے کریں، جتنا جتنا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد بڑھتا جائے گا، مصائب کی تلخی کم ہوتی جائے گی۔۲

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات اور ملفوظات میں یہ تعلیم جا بجا اس کثرت سے ہے کہ اس کے لیے ایک علیحدہ تصنیف کی ضرورت ہے۔ ضرورت کے مطابق یہاں چند ارشادات درج کیے گے ہیں۔ مزید کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ اور ملفوظاتِ عالیہ کا مطالعہ فرمائیں۔

---

1 (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۱۶۱)

۲ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۲۴۳)

پوری کائنات کے مرشدِ کامل حضرت نبیء کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۔(پ۴سورہ ال عمران۱۵۹)

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ مسلمانوں کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ تند خو اور سخت دِل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے، تو آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لیے استغفار کریں۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایک شیخِ طریقت کے لیے نرم مزاج، نرم خو ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے۔ اگر منصبِ ارشاد پر فائز شخصیت درشت مزاج اور تند خو ہو تو کارِ ارشاد تلپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ حلیم، کریم، اور رحیم تھے۔ طالبانِ حق کی غلطیوں سے درگذر فرماتے اور بالعموم مواخذہ نہ فرماتے۔ ہر کسی سے شفقت اور مہربانی کا سلوک فرماتے، خود صلح جو تھے اوروں کو صلح جوئی کی تلقین فرماتے۔ چنانچہ ایک عقیدت مند کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

"ہم دُرویش صلح جو ہیں، ہم عفوودرگذر کی ہی تعلیم دیتے ہیں، معافی کو فتح قرار دیتے ہیں، بہتر مستقبل کے لیے ہم یہی مشورہ دیں گے کہ انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔[1]

---

[1] (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۲۶)

ایک اور عقیدت مند کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''مؤمن کسی کی دل آزاری نہیں کرتا، خواہ دوسرے مخالفت ہی کیوں نہ کریں۔[۱]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ انتظام نظامِ سُلطانیہ سے حفظ مکمل کرنے کے بعد ایک صاحب اجازت لے کر گھر چلے گئے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر کسی مقام پر امامت شروع کرادی، ظاہر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نظام کے تحت تربیت پانے کے دوران اس پر نظامِ سلطانیہ کا خرچ، اساتذہ کی محنت صرف ہوئی، جو بظاہر رائیگاں گئی، اس نے معافی کے لیے خط لکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا اور قطعاً ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا، بلکہ مزید تعلیم حاصل کرنے کی جانب متوجہ فرمایا:

ہمارا مقصد بھی دین کی خدمت ہے اور آپ کی تحریر سے یہی پتا چلا کہ آپ بھی یہی خدمت انجام دے رہے ہیں، البتہ علمی کمی کا احساس آپ کو بعد میں ہوگا، یہ آپ کا ذاتی زیاں ہے۔ آپ کے حق میں بہتر ہوتا مزید تعلیم حاصل کر لیتے، بہر صورت آپ دین کی خدمت پر مامور ہیں، ہمارے لیے بھی دُعا کریں۔[۲]

---

۱ ا(مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۲۷)

۲ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۶۱)

اسی طرح نظامِ سُلطانیہ کو بلاوجہ ترک کرنے والے ایک حافظ صاحب کو یوں تحریر فرمایا:

"آپ نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ شاید یہ بندہء عاجز آپ سے ناراض ہے، اس قسم کا وہم دل سے نکال دیں، یہ بندہء عاجز کسی سے ناراض نہیں ہوتا۔ آپ اپنی صواب دید پر چلے گئے۔ اس سے بندہ کا کوئی مفاد متاثر نہیں ہوا، اور نہ ہی بندہ کا ذاتی مفاد کسی سے وابستہ ہے۔ بہرصورت آپ یہاں سے جا کر دین کی خدمت کر رہے ہیں، یہ بھی بڑی سعادت ہے۔ جہاں رہیں دین کی خدمت کریں، اور اپنی اصلاحِ احوال پر توجہ دیتے رہیں، یہی کام آنے والی چیزیں ہیں اور بندہ کو مرغوب ہیں۔ بندہ کی جانب سے مطمئن رہیں اور اپنی خدمات جاری رکھیں۔[1]

البتہ جب کوئی طالب بار بار ایک غلطی دہراتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے، اس سے توجہ ہٹا لیتے، اس سے زائد اس کو کوئی سزا نہ دیتے۔

چنانچہ ایک سنگی نے طبیعت کی بے ذوقی کا اظہار بذریعہ خط کیا، وہ متلون مزاج تھا، کئی دروازوں پر دستک دینے کا عادی تھا، بقول صاحبزادہ محمد معروف صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خط پر کوئی تبصرہ نہ فرمایا، صرف یہ شعر پڑھا:

میرے اس شیشہء دِل کو ذرا سنبھال کر رکھنا
نزاکت اس میں اتنی ہے، نظر سے جب گرا ٹوٹا

---

۱ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب: ۳۳۳)

طالبانِ طریقت کی حوصلہ افزائی

حضرت خواجہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا یہ انداز تھا کہ اپنے شغل میں مگن طالبان کی حوصلہ افزائی فرماتے، ہمت بندھاتے، اور انہیں قسم قسم کے بیش قیمت تحائف سے نوازتے۔ انہیں اپنے قریب بٹھاتے، توجہات سے نوازتے۔ ایسے طالبانِ خدا اگر مجلس میں حاضر نہ ہوتے تو غائبانہ توجہات ان کی جانب مبذول رکھتے۔ کم کوش طالبان کو محنت ومشقت کی ترغیب دلاتے، بالخصوص سنگیوں کی اولادیں جو طریقت کی طرف راغب نہ ہوتیں، اگر دربار شریف حاضر ہوتیں یا کبھی کبھار خط وکتابت سے رابطہ قائم کرتیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو ان کے آباء واجداد کے اعمالِ صالحہ اور پاکیزہ سیرتوں کا حوالہ دے کر انہیں طریقت کی طرف راغب فرماتے، اور بڑے مؤثر انداز سے انہیں بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین فرماتے۔

ایک سنگی کی اولاد کو تنبیہ

نارووال کے حاجی حکیم محمد صدیق صاحب کے بیٹے کو یوں تحریر فرمایا:

”گمان نہ تھا کہ اتنے محبوب سنگی کی اولاد اتنی جلدی رابطہ منقطع کردے گی۔ طویل عرصہ کے بعد آپ کا مراسلہ ملا، پڑھ کر مزید تعجب ہوا کہ آپ نے اپنی دنیوی زندگی کا ایک طویل پروگرام دیا ہے، اور بتایا ہے کہ آپ کو دنیاداری سے فرصت ہی میسر نہیں۔ مگر اپنی اُخروی زندگی کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

اگر یہ لکھ دیتے کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، تو بندہ کو خوشی ہوتی، بندہ کا تعلق اور رشتہ تو محض اللہ اللہ کا ہے۔ رہی دنیاوی سروس اور جاہ، اللہ آپ کو نصیب کریں۔ مگر آپ کے والد صاحب کے تعلق کی بناء پر یہ فرض سمجھتے ہیں کہ آپ کو اخروی زندگی کی بھی یاد کرائیں۔ اصل زندگی وہی ہے اور اسی زندگی کی ہر دم فکر کرنی چاہیے۔ ا

عام سنگیوں کو بھی جن میں نیکی اور صلاحیت ملاحظہ فرماتے، اللہ اللہ کرنے کی ترغیب دلاتے، اپنے پاس بلاتے، ان کی مہمان نوازی فرماتے تاکہ خانقاہِ مبارکہ میں فراغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہ سکیں۔

ضلع رحیم یار خان کے محمد صدیق خان صاحب کو تحریر فرمایا:

''جب طبیعت چاہے آجائیں، کچھ دن مسجد میں گذاریں، یہاں گرمی مقابلۃً کم ہے، روحانی تازگی کے مواقع بھی میسر ہیں، معمولات جن کا آپ نے ذکر کیا، ٹھیک ہیں۔ البتہ دھیان اور توجہ سے پڑھیں۔ ذِکرِ قلبی نقشبندیوں کا پسندیدہ عمل ہے، ادھر زیادہ توجہ دیں۔ا

زیادہ بہتر کاموں میں خرچ کرنے کی ترغیب

بعض عقیدت مندوں کو کارِ خیر میں اس انداز سے خرچ کرنے کی ترغیب دلاتے جس میں دینی نفع زیادہ ہو، اسی طرح بعض کم ہمت طالب علموں کو مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق دلاتے۔

ا (مکاتیب الفردوس، ج:ا، مکتوب: ۱۹۲)

ایک صاحب نے گیارہویں شریف کی نیاز پکا کر یا اس کی رقم درس وغیرہ میں دینے کے بارے میں سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں جواب ارشاد فرمایا:

''گیارہویں شریف کے بارے میں ہمارا موقف بھی یہی ہے جو جمہور اہلِ سنت و جماعت کا ہے، پکا کر کھلانے میں کوئی قباحت نہیں۔ ۱

مزید ارشاد فرمایا:

''ہمارے نزدک یہ صورت بہتر رہے گی کہ یہ رقم مساجد اور دینی درسگاہوں کے طلبہ کی ضروریات پر خرچ کی جائے اور اس کا ثواب پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایصال کیا جائے، کیوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی دین کی نشوونما کے لیے وقف تھی۔ ۲

کسی صاحب نے ایک مزار شریف سے ہونے والی آمدنی کے مصرف کے بارے میں دریافت کیا، اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''ہمارا مشورہ ہے کہ اس دربار کی آمدنی سے دربار کے جوار میں مسجد تعمیر کی جائے، یا دینی درسگاہ جاری کی جائے، جہاں بچوں کو دینی واقفیت مہیا کی جائے اور اس کا ثواب بزرگوں کی روح کو ایصال کیا جائے۔ پکا کر کھلانا یا ذبح کر کے تقسیم کرنا بھی جائز ہے، مگران کے مقابلہ میں مسجد اور دینی درسگاہ زیادہ افادیت کے حامل ہیں''۔

۱ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۹) ۲ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۱۳)

دست گرفتہ افراد کو نصیحتیں

ایک طالبِ علم جس نے قرآنِ مجید حفظ کرلیا تھا، عذر پیش کیا کہ چوں کہ میں سکول پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس لیے درسِ نظامی مَیں نہیں پڑھ سکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

"آپ کی مجبوری اور معذوری کا پتا چلا، ہر مشکل کا علاج کوشش اور شوق ہے۔ اگر آپ ۳۰/ پارے قرآنِ مجید حفظ کر سکتے ہیں تو کیا اردو سیکھنا مشکل ہے؟ کتنی مثالیں موجود ہیں کہ کوشش سے انہوں نے محض اردو ہی نہیں سیکھی بلکہ عالمِ دین بن گئے، جیسے: حافظ وقاری فضل حسین صاحب، قاری محمد بشیر صاحب، مولوی اکبر حسین صاحب، مولوی فتح عالم صاحب۔

پتہ چلتا ہے تعلیم کی بجائے آپ کو روزگار سے دلچسپی ہے۔ تجوید سیکھیں، مڈل پاس کریں تاکہ کہیں تقرر ہوجائے۔ ہمت سے کام لیں، تو اردو سیکھنا مشکل نہیں۔ اب کی غفلت ساری عمر کا پچھتاوا ہوگا۔ [1]

ایک اور طالبِ علم کو یوں نصیحت فرمائی:

"علمی کمی کا احساس آپ کو بعد میں ہوگا۔ یہ آپ کا ذاتی زیان ہے۔ آپ کے حق میں بہتر ہوتا، مزید تعلیم حاصل کر لیتے"۔ [2]

---

۱ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۱۷)

۲ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۶۱)

ایک عقیدت مند کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر فرمایا:

''اصل کام عمل ہے۔ کیوں کہ کردار کا غازی گفتار کے غازی کی نسبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ اور زندگی اور آخرت کا انحصار حُسنِ کردار پر ہے۔ اور اس کی تاکید کی گئی ہے۔''[1]

مولانا حافظ محمد انور طاہر فیصل آباد کو تحریر فرمایا:

''آپ کی دین کے بارہ میں گوناں گوں مصروفیات حوصلہ افزا ہیں، مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ اس میں مواظبت رہے۔ کام تھوڑا ہو مگر مستقل اور خلوص سے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید شاملِ حال رہتی ہے۔ محنت کو اکارت اور ضائع کرنے والی چیز ''ریا'' ہے، اس سے بچیں، اور دین کی خدمت میں بساط بھر لگے رہیں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنی تعلیم میں اضافہ کی کوشش کر رہے ہیں۔ علم ایک اکائی ہے، جس نوع کا علم ہو نافع ہے، بشرطیکہ دین کی خدمت میں صرف کیا جائے۔''[2]

---

۱ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۹۷)

۲ (مکاتیب الفردوس، ج:۱، مکتوب:۱۱۰)

طریقت میں وراثت کے رواج کی قباحتیں اوران کی اصلاح

سابقہ صفحات میں آپ نے تصوف وطریقت میں داخل ہونے والی قباحتوں اورخرابیوں کی وجوہات کے سلسلہ میں کچھ تفصیلات ملاحظہ فرمائیں کہ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ شیخ کے وصال کے بعداس کی نرینہ اولاد میں سے بالعموم بڑے بیٹے کواس کی مسند پر بٹھا دِیا جاتا ہے، اوراس عمل کو شیخ مرحوم سے عقیدت کالازمی اظہارخیال کیا جاتا ہے، درحقیقت یہ اندھی عقیدت کا اظہار ہے، اس جانب قطعاً توجہ نہیں دی جاتی کہ اس میں شیخِ طریقت کے اوصاف پائے جاتے ہیں یا نہیں، وہ شریعت کا تابع ہے یا باغی۔ بعض اوقات سجادہ نشینی کا قرعہ شریعت کے باغی کے نام نکل آتا ہے جس سے خانقاہی نظام کا بیڑا غرق ہوجاتا ہے۔

اپنی اولادِ امجاد کی تربیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ خود حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کے وارث ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان والاشان کوخلافت عطافرمائی اوراپنی مسندوں کا وارث بنایا، بلکہ اپنے تین نبیرگان کے بارے میں حضرت حاجی پیر رحمۃ اللہ علیہ کوارشادفرمایا کہ: انہیں اجازتِ ارشاد عطا کر دیں۔

یادرہے کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی میں حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر طریقت کی بیعت کرلی تھی، اوراس مقدس راہ کے

راہی بن چکے تھے۔ ابھی سلوک کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت تک لوگوں کو اللہ اللہ سکھانا شروع نہ فرمایا، جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدِ ماجد اور مرشدِ برحق کے دو خلفائے کرام کی نگرانی میں سلوک کی تکمیل نہ فرمالی۔

قابلِ ذکر ہے کہ ۱۹۶۵ء کے قریب قریب زمانہ میں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھری مجلس میں سنگیوں سے ارشاد فرمایا کہ:

''ہمارے بعد اس دربار شریف میں ہمارا طریقہ آپ دیکھیں، تو یہاں حاضری دیا کریں اور اگر ہمارا طریقہ آپ کو نظر نہ آئے تو یہاں نہ آیا کریں بلکہ وہاں حصولِ فیض کے لیے جائیں جہاں آپ کو ہمارا طریقہ نظر آئے''۔

یاد رہے کہ اس وقت حضرت حاجی پیر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک صرف سات آٹھ برس تھی۔ جب حضرت حاجی پیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش سنبھالا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سلسلہ عالیہ میں داخل فرما کر طریقت کی راہ پر گامزن کیا، سالہا سال تک مجاہدات اور ریاضات میں مصروف رکھا۔ صرف ۹ر سال اور پانچ ماہ کی عمر مبارک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نمازِ تہجد اور نمازِ اشراق کے نوافل ادا کرنے کا حکم فرمادیا تھا، جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر نبھایا۔ اور جب اجازت وارشاد کے اہل بنے تو یکم دسمبر ۱۹۷۶ء بدھ کے دِن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خلافت اور اجازتِ ارشاد سے سرفراز فرمایا۔

حضرت حاجی پیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں صاحبزادہ نہیں بننے دِیا''۔

اسی طرح حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ قاضی محمد زاہد سُلطانی دامت برکاتہم العالیہ کو بچپن ہی میں سلسلہء طریقت میں داخل فرمایا۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ سلوکِ طریقت کا سلسلہ بھی جاری رکھا، جوں جوں آپ کی عمر مبارک میں اضافہ ہوتا گیا، طریقت کے اسباق بھی تسلسل کے ساتھ زیادہ ہونے لگے اور مدارجِ سلوک میں روز افزوں ترقی ہوتی چلی گئی، بالآخر ۱۹؍فروری ۱۹۹۲ء شبِ برأت کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بھی اجازتِ خلافت وارشاد سے سرفراز فرمایا۔

حضرت پیر محمد عبدالسلام دامت برکاتہم العالیہ سے فرمایا:

''صاحبزادہ نہ بننا''۔

حضرت پیر محمد بدرالاسلام دامت برکاتہم العالیہ کو طریقت کے اسباق دِیئے، تو خوشی کے عالم میں پاس موجود ایک سنگی سے فرمایا:

''یہ (علم ظاہر) پڑھ چکے ہیں نا، اب یہ (علم باطن) پڑھیں گے''۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت میں نئی پیدا شدہ چیزوں کی اصلاح فرمائی ہے۔ پہلے علم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی خوب فرماتے۔

ایک دفعہ اپنے نبیرگان کو فرمایا:

''درسِ نظامی کا نصاب نہ چھوڑنا، درسِ نظامی پڑھنا، پڑھانا ہمارے بزرگوں کا معمول ہے''۔

پھر طریقت کے اسباق کی طرف یا پھر ساتھ ساتھ مختصر طریقت کے اسباق کی راہ نمائی فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''ہم نے صاحبزادگان سے کہہ دیا کہ ولایت پڑھنے اور پڑھانے میں ہے''۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کے معیار کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ نماز باجماعت ہوئی، ایک عالمِ دین شامل ہوئے، ان کو گمان گزرا کہ امامت کرانے والے حضرت پیر محمد زاہد سلطانی دامت برکاتہم العالیہ کی داڑھی مبارک حدِ شرعی سے کم ہے، چنانچہ انہوں نے اس کا اظہار کیا اور جماعت ختم ہونے کے بعد اپنی نماز کا اعادہ کیا، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اس امر کی اطلاع پہنچائی گئی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معاملے کی تحقیق فرمائی اور فرمایا:

اگر ہمارے صاحبزادے اس شرعی جرم کے مرتکب ہوتے تو اگلی نماز کی امامت نہ کراتے، بلکہ انہیں اس عظیم منصب سے معزول کر دِیا جاتا۔

ان حقائق کی روشنی میں اس حقیقت کے اندر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادگان کو سلوکِ طریقت کی تکمیل کے بعد ہی جب خلافت کے اہل سمجھا تو انہیں خلافت عطا فرمائی۔

حضرت قاضی فتح اللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ امجد قاضی القضاۃ حضرت قاضی فتح اللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بابرکت تصنیف میں اپنے دو مشائخِ طریقت کے بارے میں تحریر فرمایا کہ:

چوں کہ ان کی اولادوں نے سلوکِ طریقت طے نہیں کیا تھا اس لیے ان بزرگوں نے انہیں اپنا جانشین نہ بنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

وَلَمَّا قَرَّرَ اَنَّ سُنَّۃَ اللہِ قَدْ جَرَتْ بِالْمُجَاھَدَۃِ وَالْمُجَاھَدَۃُ لِاَوْلَادِ السَّالِکِیْنِ الْمُجَاھِدِیْنِ لَمْ تَحْصُلْ لَمْ یَجْرِ سَنَدُ السُّلُوْکِ لِاَوْلَادِ حَضْرَۃ مُحَمَّد یعقوب حَضْرَۃ مُحَمَّدُ الْحَسَنِ۔

ترجمہ: ”سنتِ الٰہیہ اس طرح جاری ہے کہ وصول الی اللہ کے لیے مجاہدہ درکار ہے اور ان دو سالک، مجاہد، نفوسِ قدسیہ کی اولاد کو مجاہدہ نصیب نہ ہوا تو سندِ سلوک بھی حضرت خواجہ محمد یعقوب اور حضرت خواجہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہما کی اولاد میں جاری نہ ہو سکی“۔

ان ہر دو حضرات کو اس کا شدید قلق ہوگا جب ان کی خدمت میں اس کے لیے عرض کیا جاتا، تو وہ یوں جواب باصواب دیتے:

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمَا اشْفَقُوْا عَلٰی اَوْلَادِ کُمَا قَالَا اَمَانَاتُ اللہِ لَیْسَتْ اَمْوَالَنَا لِتَکُوْنَ مِیْرَاثًا لَّھُمْ وَنُفَوِّضُ اِلَی الْوَرَثَۃِ مَنْ اَمَاتَ نَفْسَہٗ بِالْمِحْنَۃِ وَالْمَشَقَّۃِ یَحْصُلُ لَہٗ مُشَاھَدَۃُ رَبِّہٖ مِنْھَا بِمَا شَاءَ رَبُّہٗ وَمَنْ اَمَاتَ الزَّیْبَقَ یَحْصُلُ لَہُ الْاَکْسِیْرُ الظَّاھِرِیُّ۔

ترجمہ: ''جب ان سے عرض کیا جاتا اپنی اولاد پر مہربانی کیجئے، تو وہ فرماتے یہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں، ہمارا مال نہیں کہ انہیں وراثت میں مل جائے اور ہم انہیں سونپ دیں، جس نے محنت ومشقت سے اپنا نفس مارلیا اس کو رب تعالیٰ کا مشاہدہ جتنا وہ چاہے گا حاصل ہوجائے گا، جس طرح جس نے پارہ کشتہ کرلیا اسے اکسیر ظاہری حاصل ہوجائے گی''۔

حضرت شیخ محمد حسن روہتاسی رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی کساد بازاری کا شکوہ رہا اور طالبِ صادق نہ ملنے پر نالاں تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے:

مابخل ورزی به بنده ہائے حق نمی کنیم اما ہیچ فردے از طالبانِ حق یافته نشد

ترجمہ: ''ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بخل نہیں کرتے، لیکن کوئی طالبِ حق پایا ہی نہیں گیا۔

ناقص مشائخ کے ہاتھوں طریقت کے نقصانات

بعض مشائخِ کرام اپنے مریدین میں سے چند ایک یا زیادہ کو اجازتِ ارشاد عطا کر دیتے ہیں، جب کہ انہوں نے سلوکِ طریقت طے نہیں کیا ہوتا، جس کے بُرے اثرات کے باعث سلاسلِ طریقت کی بدنامی ہوتی ہے۔ اور طریقت کی روح مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ مبارکہ کے ایک جلیل القدر شیخِ طریقت شیخ المشائخ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک ہے:

''اس طریقہ میں پیری و مریدی محض بیعت، شجرہ اور کلاہ نہیں۔ بلکہ مرشد کی صحبت میں رہ کر ذکرِ قلبی، حصولِ جمعیت اور توجہ الی اللہ کی تعلیم بھی لازم ہے۔[۱]

اس ارشاد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی حقیقت کو واضح فرمایا اور اجازتِ ارشاد کے لیے لوازمات کا ذکر فرمایا کہ بیعت صرف سلسلۂ طریقت میں داخل ہونے کا نام نہیں، بلکہ اس کے لیے شیخ کی صحبت اور تربیت حاصل کرنے کا عہد ہے۔

---

۱ (مقاماتِ مظہری، اردو ترجمہ، ص: ۳۰۳،۳۰۲)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل

حضرت خواجہ ءعالم رحمۃ اللہ علیہ کے نہاں خانہ ءدِل میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کے جذبات موجزن تھے۔ اپنے اور اہلِ دُنیا کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قلبِ اقدس میں کوئی جگہ نہ تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ، امامِ ربانی حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایتوں کے سچے امین اور ان کے روشن کردار کے مظہر تھے۔ تیرہویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت مجددِ دین حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد وقناعت، توکل وایثار، ترکِ دُنیا اور اہلِ دُنیا کے اوصافِ جلیلہ میں یکتائے روزگار تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس مبارک عام درویشوں کی طرح کھدر کا ہوتا، کھانا آپ رحمۃ اللہ علیہ وہی تناول فرماتے، جو عام درویشوں کے لیے پکتا۔ وقت کے حکمران اور امراء یہ تمنا کیا کرتے کہ آپ خانقاہ شریفہ کے لیے وظیفہ قبول فرما لیں، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے نذرانوں کو شرفِ قبولیت نہ عطا فرماتے۔

والئ ٹونک امیر محمد خان پنڈوری نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گراں قدر نذرانہ پیش کیا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غیرتِ فقر نے اسے قبول نہ فرمایا، بلکہ اس کی پیش کش کے جواب میں یہ شعر لکھ کر ارسال فرمایا:

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با امیر خان بگو که روزی مقرر است

مفہوم: ہم اپنے فقر و قناعت کی عزت و آبرو کو بٹہ نہیں لگا سکتے۔ امیر محمد خان پنڈوری کو کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کی روزی مقرر کر رکھی ہے۔

(یعنی ہماری روزی کا ذِمہ بھی اس نے اٹھا رکھا ہے۔ ہماری روزی ہمیں مل کر رہے گی، ہم تمہارا نذرانہ قبول نہیں کر سکتے)۔

دُنیا اور اہلِ دُنیا سے بے رغبتی

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر کسی دنیوی مقصد کے لیے کسی سے راہ و رسم نہیں رکھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''ہماری کفالت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ دنیا اور اہلِ دُنیا سے ہمیں بے نیاز کر رکھا ہے''۔

اپنے وقت کے امراء، وزراء، صدر اور وزیرِ اعظم اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز اشخاص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی تمنا رکھتے، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے استغناء سے انہیں ملنے سے انکار فرماتے، بہت سے اصحابِ اقتدار اور بلند عہدوں پر فائز اشخاص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہء ارادت میں داخل تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی کسی کو دنیوی کام کے لیے نہ فرمایا۔ اور نہ کسی کی سفارش کی، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''اصحابِ اقتدار سے میری کوئی محبت نہیں ہے''۔

ان سے راہ و رسم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رکھی، ان کی روحانی تربیت

فرمائی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں امیر، غریب کا کوئی امتیاز نہ تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خُدّام اور دیگر سنگیوں کو امراء اور اہلِ اقتدار کو کسی کام کے لیے کہنے کی جرأت نہ تھی۔ اگر کسی نے کوئی ایسی غلطی کر دی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سخت الفاظ میں تہدید وفہمائش فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مساجد شریفہ کے کام کے لیے سرکاری ڈپو سے دیودار کی لکڑی خریدی، اس وقت کے وزیرِ اعظم یا صدر نے عرض کیا کہ: اس کی قیمت کو سرکاری کھاتے میں ڈال دِیا جائے گا۔ سرکاری خزانے میں اس کی قیمت جمع کرانے کا تردد نہ کیا جائے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری خزانے کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں شرکت کرنے سے انکار فرما دیا۔ اور فرمایا کہ:

یہ عوام کا پیسہ ہے، انہی پر خرچ ہونا چاہیے، ہم ان کے حق پر ڈاکہ ڈالنے میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس پر انہوں نے عرض کی کہ: جناب میں اپنی جیب سے اس کی قیمت ادا کر دوں گا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: صدر اور وزیرِ اعظم کی جیب اپنی جیب نہیں ہوتی۔ اور ان کی اس پیش کش کو ٹھکرا دِیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نظامِ سُلطانیہ کے تحت سینکڑوں مدارس اور جامعات جاری فرما رکھے تھے، جامعات کے عام مُہتَمِموں کے برعکس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان جامعات کے لیے کبھی بھی سرکاری گرانٹ وصول نہ فرمائی۔ حکومتِ وقت کے نمائندے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے کہ آپ سرکاری گرانٹ قبول فرما لیں، آپ کے اداروں کو آڈٹ سے مستثنیٰ قرار دِیا جائے

گا۔لیکن اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی پیش کش ٹھکرا دیتے، فرماتے:

''آج آپ برسرِ اقتدار ہیں، ہمیں آڈٹ سے مستثنیٰ رکھنے کی پیش کش کر رہے ہیں، کل کوئی اور ہوگا، ممکن ہے وہ ہم سے گزشتہ سارے کاموں کا حساب لے، ہمارے کارکن سادہ لوح ہیں، ہمیں اس سے مستثنیٰ سمجھیں''۔

اصحابِ اقتدار بالعموم، علماء ومشائخ کو اپنے زیرِ اثر رکھنے کے لیے ان کی خدمت میں نذرانوں اور ہدیوں کی صورت میں کرنسی، اور دیگر اشیاء پیش کرتے رہتے ہیں۔اس عمل سے ان کا مقصود صرف رعب داب قائم کرنا اور انہیں ممنونِ احسان کرنا ہوتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ ءعالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کو ایک اور ہی انداز سے تخلیق فرمایا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر کسی کا احسان اپنے ذمے نہیں لیا، بلکہ امراء وحکام کو ہمیشہ اپنے زیرِ احسان رکھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارکہ ہمیشہ ایسے ہدیوں اور نذرانوں کو سختی سے رد کر دِیا کرتی تھی، جن میں اس امر کا شائبہ بھی ہو کہ ہدیہ پیش کرنے والا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو احسان مند بنانا چاہتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارکہ کی تخلیق اقبال کے اس شعر کے بالکل مطابق تھی:

غیرتِ فقر گر نہ کر سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکات

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر

عرس شریف کے انعقاد کی وجہ

اسلامی معاشرہ میں قدیم سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ مرنے والے کے ایصالِ ثواب کے لیے ہر سال اس کے روزِ وفات پر خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ اہتمام اس کے تعلق دار کرتے ہیں، چوں کہ اولیائے کرام کے عقیدت مند کثیر تعداد میں ہوتے ہیں، اس لیے ان کے سالانہ ایصالِ ثواب کی مجلس میں لوگ کثرت سے شریک ہوتے ہیں، اپنی عقیدت اور محبت کی بناء پر لوگ ایصالِ ثواب کے دِن کو عرس شریف کے نام سے موسوم کردیتے ہیں۔

اعراس شریفہ میں خرابیوں کی وجوہات

اولیائے کرام کے وصال کے ایک عرصہ تک ان کے مریدین، متوسلین ان مجالس میں شریک ہوتے ہیں، اور وہ اس تقریب کو اپنے پیرومرشد اور شیخ طریقت کی تعلیمات کے مطابق مناتے ہیں۔ کوئی ایسی حرکت جوان کے پیشوا کے طریقہ کے خلاف ہو، عرس شریف میں اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتے۔ اور اگر کوئی ایسی حرکت کرنے کی جرأت کرے تو برسرِ عام اس کو روک ٹوک دیتے ہیں۔ لیکن جب کسی ولی اللہ کے وصال کو عرصہء دراز گذر جاتا ہے، ان کی زیارت کرنے والے، ان کی صحبت میں بیٹھنے والے اور ان سے تربیت پانے والے افراد دنیا سے گذر جاتے ہیں اور پھر سجادہ نشین حضرات بدعملی اور بداعتقادی کا شکار ہوجاتے ہیں، تو عرس شریف کی مجلس میں صاحبِ عرس کے

نظریات، اعتقادات اور اعمال کے خلاف عناصر آہستہ آہستہ عرس کی تقریب کا حصہ بننا شروع ہو جاتے ہیں۔ زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ ایک وقت یہ آجاتا ہے کہ عرس کے منتظمین، سجادہ نشین حضرات، صاحبِ عرس مبارک کی تعلیمات کے سراسر خلاف انداز میں یہ تقریبات منانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اولیائے کرام جن کی زندگیاں شریعتِ مطہرہ کے حسین و جمیل سانچوں میں ڈھلی ہوتی ہیں۔ عمر بھر انہوں نے کبھی خلافِ شرع عمل کے ارتکاب کا نہ سوچا، نہ ان سے خلافِ شرع عمل صادر ہوا۔ ان کے اعراس الا ماشاء اللہ سراسر خلافِ شرع اعمال و افعال کا مجموعہ بن جاتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب سجادہ نشین حضرات راہِ راست سے بھٹک جاتے ہیں، پھر عرس مبارک صاحبِ عرس کی تعلیمات کا نمونہ نہیں پیش کرتے، بلکہ سجادہ نشین حضرات اور مجاورین کی ذہنی اور عملی کیفیت کا بھرپور مظاہرہ ہوتے ہیں۔ پھر یہ تقریبات عرس نہیں بلکہ ایک میلہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ مردوں، عورتوں کا ایک ہجوم ہوتا ہے، جس میں ایسی حرکات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جو شرم و حیا کے منافی ہوتی ہیں۔ سرکس کے تماشے۔ بے ہودگی کے مظاہرے ان میلوں کا جزوِ لاینفک بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور اہلِ عرس کے نظریات کے سراسر مخالف حرکات کا کھلے بندوں ارتکاب کیا جاتا ہے۔ یہ عرس جو کبھی طہارت، تقویٰ اور پرہیزگاری کا عملی نمونہ ہوتے تھے، سراسر

خلافِ شرع حرکات واعمال کا نمونہ بن جاتے ہیں۔اس میں شامل ہونے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بجائے اس کے غضب کے مستحق ہوجاتے ہیں۔صاحبِ عرس کی روح کی خوشنودی کے بجائے اس کی بیزاری کا نشانہ بن جاتے ہیں۔

خرابیوں پر حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دِل سوزی

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اس صورتِ حال پر یوں تبصرہ فرمایا کرتے تھے:

''اولیائے کرام کے عرسوں کی تقریبات کبھی ان کی تعلیمات، اخلاق، کردار، اعمال اور نظریات کی ترجمان ہوا کرتی تھیں۔ یہ عام لوگوں کے اعمال، اخلاق اور عقائد کی اصلاح کا وسیلہ ہوا کرتی تھیں۔لوگ ان میں عقیدت سے حاضر ہوتے، اپنی اصلاح کا جذبہ اپنے دلوں میں لے کر اپنے گھروں کو واپس ہوا کرتے۔ان بابرکات تقریبات کے منتظمین، کارکن خود نیکی اور عبادت کے مجسمے ہوتے، جن کی بدولت پورا ماحول تقدس اور پاکیزگی سے معمور ہوتا۔شریعت وطریقت کے اصولوں کی پاسداری ہوتی۔مزارات شریفہ میں مدفون اولیائے کرام کے نظریات اور تعلیمات کی فضا سارے مجمع پر محیط ہوتی، ان کی تعلیمات اور ان کے نظریات کی ادنیٰ سے ادنیٰ خلاف ورزی کا تصور تک نہ کیا جاتا تھا۔لیکن افسوس صد افسوس آج عام طور پر عرسوں میں ایسی فضا دیکھنے کو نہیں ملتی۔ بلکہ ایسی فضا دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی ہیں۔عرسوں کی مبارک مجالس نے میلوں ٹھیلوں کی شکل اپنا رکھی ہے۔ان میں اسلافِ کرام کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے شریعت وطریقت کی صریحاً خلاف ورزی کا ارتکاب کیا جاتا

ہے۔ کچھ لوگ تو تماش بینی کے لیے وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جاہل عقیدت مند اپنی جہالت کے باعث ان عرسوں میں شرکت پر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اجر وثواب کی امید اور مزاراتِ شریفہ میں مدفون اولیائے کرام کی ارواحِ مقدسہ سے خوشنودی اور رضا کی توقع رکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ وہاں کے سجادہ نشینوں کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ان ناگفتہ بہ حالات اور مناظر کو دیکھ کر مزارات شریفہ میں مدفون اولیائے کاملین کی مقدس ارواح پکار پکار کر کہتی ہوں گی:

دِل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس ناگفتہ بہ صورتِ حال کو ملاحظہ فرما کر حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

خداوندا! تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے، دُرویشی بھی عیاری

لوگوں کی بیداری

لیکن اب زمانے کے نئے دور کا آغاز ہے۔ لوگوں میں روز بروز دینی شعور بیدار ہوتا جارہا ہے۔ اچھے بُرے اور نیک و بد کی تمیز پیدا ہو رہی ہے۔ اندھی تقلید کا دور ختم ہو چکا ہے۔ نا خلف سجادہ نشینوں اور نفسانی خواہشات کے اسیر مجاوروں کے مکر و فریب ریزہ ریزہ ہوتے جارہے ہیں۔ تصوف کے حقیقی وارثوں اور شعبدہ باز مجاروں اور نفس و شیطان کے شکار سجادہ نشینوں میں فرق لوگوں پر عیاں ہوتا جارہا ہے۔ مستقبل کا نقشہ کسی شاعر نے اپنے شعر میں یوں پیش کیا ہے:

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیئے میں جان ہو گی وہ دِیا رہ جائے گا

حضرت خواجہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں منعقد ہونے والے اعراس کی تقریبات

حضرت خواجہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان صدیوں سے شریعت وطریقت کا امین رہا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد قبلہ ء عالم حضرت خواجہ محمد سُلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے بزرگوں کا عرس منایا کرتے تھے۔وہ مبارک محفل تلاوتِ قرآنِ مجید نعت شریف، وعظ ونصیحت، حلقہ ہائے ذِکر، درودِ پاک، ختمات شریفہ اور دُعا پر مشتمل ہوتی۔خود خواجہ ء عالم حضرت قاضی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اکابرِ ملت اور بالخصوص اپنے مرشدِ گرامی اور والدِ ماجد حضرت قبلہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا زندگی بھر اہتمام فرماتے رہے۔اس مبارک تقریب کی اہمیت اور اسے درست انداز سے منعقد کرنے کا اسلوب آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرمایا کرتے تھے:

''عرس شریف کی مجالس اولیائے کرام کی تعلیمات عام کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ان تقاریب کی اصل روح یہ جذبہ ہے کہ بزرگوں کی تعلیمات صحیح صحیح انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کی جائیں۔غیر شرعی امور سے انہیں روکا جائے۔صحیح مسلمان کے خدوخال ان کے سامنے پیش کیے جائیں۔اکثر مقامات پر یہ تقریب ایک رسم کے طور پر رہ گئی ہے۔اس کی روح کا خیال نہیں رکھا جاتا، بلکہ لوگوں کی دلچسپی کا لحاظ کیا جاتا ہے۔لوگوں کی کشش کے زیادہ سے زیادہ اسباب مہیا کیے جاتے ہیں، تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کریں۔

مگر ہم اسے ایک خاص روحانی اور دینی تقریب سمجھتے ہیں۔لوگوں کی اصلاح کی غرض سے اسے منعقد کرتے ہیں، تاکہ ان کے ایمان اور ایقان میں تازگی پیدا ہو اور ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے"۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جہاں تک عرس کی تقریب کا تعلق ہے، ہم اس کے قائل ہیں۔خود بھی بزرگوں کا عرس مناتے ہیں۔اس تقریب کی اصل روح وہی جذبہ ہے کہ بزرگوں کی تعلیمات لوگوں کے سامنے پیش کی جائیں، تاکہ ان کا رخ پھر سوئے حرم ہو جائے۔"

نیز فرمایا کرتے تھے کہ:

"عرس شریف کے ایام میں جملہ پیرانِ طریقت کی ارواحِ مقدسہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، ولی کے انتقال کے وقت خاص تجلی کا ظہور ہوتا ہے۔ ہر سال اسی دِن اس تجلی کا ظہور دوبارہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ کئی اسرار ہوتے ہیں۔"

حاضرین کے لیے ہدایات

حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر حاضرین کو یہ ہدایات جاری فرمایا کرتے تھے:

۱:...... مستورات اور بچوں کی عرس شریف سے پندرہ دن پہلے اور پندرہ دِن بعد تک آنے کی پابندی ہے، ان ایام کے علاوہ جب چاہیں وہ دربار شریف آسکتے ہیں، مائی صاحبہ سے ملاقات کریں، مزار شریف پر حاضری دیں۔

۲:...... جو حضرات عرس میں شرکت کے لیے آئیں ان پر لازم ہے کہ دورانِ سفر اپنی نمازیں قضا نہ ہونے دیں، بلکہ پابندی سے بروقت نمازیں ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

۳:...... کوئی سنگی کسی دوسرے کو عرس میں شرکت کی دعوت اور ترغیب نہ دے۔ کیوں کہ یہاں مروجہ انداز سے وعظ و نصیحت اور نعت خوانی کا اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ وہ اجنبی آدمی اکتا جائے۔

۴:...... دربار شریف میں ہمیں دیکھ کر ملاقات کی کوشش نہ کریں، بلکہ ہر سنگی اپنی جگہ بیٹھا رہے، اگر ملاقات کا سلسلہ شروع ہوجائے تو نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ دیکھ لینا بھی ملاقات کی ایک صورت ہے۔ ہاں اتفاقیہ ملاقات ہوجائے تو حرج نہیں۔

۵:...... دربار شریف میں جتنا عرصہ مقیم رہیں، نماز باجماعت کی پابندی

کریں۔وضو پہلے کرلیا کریں، ایسا نہ ہو کہ ادھر جماعت تیار ہو اور آپ وضو کرنے کے لیے چلے جائیں۔اگر آپ یہاں پابندی کریں گے تو ممکن ہے سارا سال اس پابندی کی توفیق شاملِ حال رہے۔

۶:......اپنے سامان کی حفاظت خود کریں، اس بارے میں لاپرواہی نہ کریں۔

۷:......جتنا عرصہ قیام کریں، ذکر، فکر اور قرآن مجید کی تلاوت اور درود شریف کی کثرت کی کوشش کریں۔قرآنِ مجید پڑھنے والے احاطہء دربار شریف میں خاموشی سے تلاوت کریں۔

۸:......جن سنگیوں کی ڈیوٹیاں ہوں وہ کام کریں۔باقی سنگی ذِکر وفکر میں وقت گذاریں۔"

آپ کی اصلاحی کوششیں

بزرگوں کے عرس مبارک کی تقریبات میں اب انتظام اور مہمان نوازی کا بالعموم کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ نہ منتظمین کو عرس شریف کی تقدیس کا لحاظ ہوتا ہے، نہ اس میں شرکت کرنے والوں کو کوئی پاس۔ ایک بے پناہ ہجوم ہوتا ہے، جس میں تمام حاضرین کسی قاعدے اور قانون کی پابندی نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بے ہنگم شور وغوغا ہوتا ہے، پورا عرس بدنظمی کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ بالخصوص کھانے کے وقت شور وغوغا، چھینا جھپٹی، گالی گلوچ، لوٹ کھسوٹ کا مظاہرہ ہوتا ہے، جس سے بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے پکائے گئے لنگر شریف کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سرپرستی منعقد ہونے والے عرس مبارک کی تقریبات میں بہترین نظم ونسق اول تا آخر برقرار رہتا ہے۔ ایک لاہوتی سکوت حاضرین پر طاری رہتا ہے۔ ہر شخص ذِکر وفکر میں مصروف رہتا ہے۔ اگر کوئی بات کسی دوسرے سے کرنے کی ضرورت پیش آئے تو سرگوشی میں کرتا ہے، اونچی آواز سنائی نہیں دیتی۔ مہمانوں کو کھانا کھلانے کا ایک مربوط انتظام ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اپنی جگہ بیٹھے دسترخوان پر پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جاتا ہے، کھانا کھانے کی تقسیم کے دوران کسی قسم کی بدنظمی دیکھنے کو نہیں ملتی۔ ہزاروں کی تعداد میں کو بہت قلیل وقت میں کھانا کھلا دِیا جاتا ہے۔ کھانا کھلانے والے

احباب اگر کسی کو کسی کام کے لیے متوجہ کرنا چاہیں تو "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ" کے الفاظ ادا کر کے اشارے یا سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ شاید برِ صغیر ہندو پاک میں یہ منفرد خانقاہ شریفہ ہے، جس میں پورے عرس شریف کے دوران کوئی بد نظمی، بھگدڑ دیکھنے کو نہیں ملتی۔ کھانا کھانے کے بعد ہر شخص کو اجازت ہوتی ہے، اگر جانا چاہے تو چلا جائے اور اگر کوئی قیام کرنا چاہے تو اپنی مرضی کے مطابق قیام کرسکتا ہے۔ عرس شریف میں شریک ہونے والوں کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ یہاں قیام کے دوران لنگر شریف پر پکائے جانے والے کھانے اور یہاں کے پانی پر اکتفا کریں۔ کھانے کی دُکانوں پر نہ کھانا کھائیں اور نہ ہی بوتلیں وغیرہ پئیں۔

منکرینِ عرس کے لیے دعوتِ فکر

اولیائے کرام صحیح انداز سے عرس منانے کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ مناظرے، مجادلے سے پہلو تہی کرتے ہوئے یوں دعوتِ فکر دِیا کرتے تھے:

''لوگ دنیاداروں کی برسیاں مناتے ہیں، یہ فعل کسی کو اجنبی محسوس نہیں ہوتا۔ وہاں دنیوی جاہ وجلال کا اظہار ہوتا ہے، مگر عرس بزرگانِ دین کی تعلیمات کو اُجاگر کرنے کی ایک تقریب ہوتی ہے، اس پر انگشت نمائی ہوتی ہے۔ حالاں کہ دونوں میں فرق اتنا ہے کہ برسی دنیوی عظمت کے اظہار کا ذریعہ ہے اور عرس دینی اقدار کی تبلیغ کا ذریعہ''۔

تقریبِ عرس کی غرض وغایت

بزرگوں کے عرسوں میں بالعموم ان کی کرامات اور تصرفات کا ذِکر کثرت سے کیا جاتا ہے، ان کی تعلیمات، اخلاق وکردار سے پہلو تہی کی جاتی ہے۔ اس اندازِ فکر کی اصلاح اور درستگی کے لیے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''ضروری امر یہ ہے کہ بزرگانِ دین کی تعلیمات کو عام کیا جائے، لوگ ان کی تعلیمات سے متعارف ہوں تا کہ ان میں ارفع واعلیٰ مقامات کے حصول کی تحریک پیدا ہوا اور رضائے الٰہی حاصل ہو، انسانی زندگی کا مقصود یہی ہے''۔

نیز فرمایا کرتے تھے:

''عام رجحان یہ ہے کہ اولیائے کرام کا تعارف کرامات اور تصرفات کے

ذریعے سے کرایا جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ اولیاء کی کرامات برحق ہیں اور ہم ان کے قائل ہیں، مگر اولیائے کرام کی عظمت کا راز ان کی تعلیم اور تربیت میں مضمر ہے، کیونکہ تعلیم وتربیت میں بندگانِ خدا کی راہنمائی کا سامان ہے اور تعلق باللہ کا سبب ہے۔ جب کہ کرامات اولیائے کرام کے مقام کو واضح کرتی ہیں۔ اصل چیز دین پر عمل اور اسلامی کردار ہے۔ اور کرامات روحانی ارتقاء کا ثمرہ ہیں۔ اس لیے اولیائے کرام کی سیرت وکردار کو بیان نہ کرنا، جو ان کے روحانی ارتقاء کا باعث بنا اور محض کرامات بیان کرنا گھوڑے کے آگے گاڑی جوتنا ہے۔"

خانقاہِ سُلطانیہ اور خانقاہِ فتحیہ میں عرسوں کی تقریبات

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اب تک خانقاہِ سُلطانیہ جہلم اور خانقاہِ فتحیہ کوٹلی میں نظامِ سُلطانیہ کے تحت منعقد ہونے والے تمام مبارک عرسوں کی تقریبات شریعت وطریقت کے اصولوں کا عکسِ جمیل ہوتی ہیں۔ عرس شریف کے دوران خانقاہ شریفہ پر ملکوتی طہارت کی فضاء محیط ہوتی ہے۔ ہر طرف خاموشی چھائی رہتی ہے۔ ہزاروں کے مجمعے میں کوئی خلافِ شرع حرکت دیکھنے یا سننے میں نہیں آتی، لوگ اپنے من میں ڈوب کر ذِکر وفکر میں مصروف ہوتے ہیں۔

عام عرسوں کی بدعات

جب کہ عام اعراس میں ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا اور رقص، مردوں عورتوں کا مخلوط ہجوم اپنی قباحتوں اور بے حیائیوں سمیت دعوتِ نظارہ دے رہا ہوتا ہے، کہیں کوئی گپیں ہانک رہا ہوتا ہے، کہیں بے ہودہ حرکات ہوتی ہیں۔ بچوں کی ٹولیاں، نوجوانوں کے جمگٹے الگ اودھم مچا رہے ہوتے ہیں۔ الغرض ابلیس اور اس کے چیلے چانٹے شریعت وطریقت کا مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور تصرفات کے صدقے دونوں دربارہائے عالیہ پر منعقد ہونے والے اعراس کی تقریبات ان تمام بے ہودگیوں اور لچر حرکات سے پاک ہوتی ہیں۔

نظامِ سلطانیہ کی تقریباتِ عرس پر اہل علم کی رائے

ان میں سے دو کا تاثر درج ذیل ہے:

مفتی محمد حسین نعیمی رحمہ اللہ ایک عرس کی شریف کی تقریب میں شامل ہوئے واپسی پر اپنے معاصر علماء سے فرمایا:

''معلوم ہوتا ہے علم والے لوگ ہیں''۔

پروفیسر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۹۷ء میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ۹ مئی کے عرس شریف منعقدہ خانقاہِ سُلطانیہ جہلم میں شرکت کے لیے فرمایا۔ انہوں نے اپنے جوابی مکتوب میں اپنے خدشات کا اظہار یوں کیا:

''فقیر اعراس میں اس لیے شریک نہیں ہوتا کہ بعض خلافِ شرع باتیں دیکھنے میں آتی ہیں، امیدِ قوی ہے کہ آپ کے ہاں ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔ فقیر کو ایک گوشہ میں بیٹھنے کی اجازت دیں تا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل ہو جائے۔''

وعدہ کے مطابق آپ عرس میں شرکت کے لیے ۸ مئی کو تشریف لائے۔ آپ کی رہائش گاہ حضرت مولانا محمد نذیر صابر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تھی۔ آپ کے ساتھ ایک ساتھی پروفیسر محمد رفیق صاحب تھے۔ اس دور کے معمول کے مطابق مہمان بہ کثرت موجود تھے۔ مہمانوں کی تعداد کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۸ اور ۹ مئی کی درمیانی شب ۳۸ من آٹا استعمال ہوا۔ ۹ مئی کو ۹ بجے

تقریب کا آغاز ہوا، مولانا قاری فضل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰ر بجے صاحبِ عرس حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اور ادب پر مختصر مقالہ پڑھا۔

آپ عرس مبارک کی کاروائی، اس کی سادگی، شریعتِ مطہرہ کی پابندی سے اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کے تمام تحفظات ختم ہو گئے۔ آپ نے اپنے مخصوص، محتاط انداز میں عرس شریف پر یوں تبصرہ فرمایا:

آج تک ہمیں اس عرس کی خبر تک نہ ہوئی، اس میں شمولیت ضروری تھی، بلکہ ناقدین اور معترضین اس تقریب میں شامل ہو کر اس کی کاروائی ملاحظہ کریں تو شاید وہ بھی اپنے ہاں اس کے اجراء کو پسند کریں"۔

اس کے بعد پروفیسر صاحب کا دربارِ عالیہ سے وقتاً فوقتاً رابطہ جاری رہا، جوں جوں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اخلاق و کردار اور اندازِ تربیت سے واقفیت ہوتی رہی۔ ان کی محبت اور اخلاص میں اضافہ ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک حاضری پر انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت طلب فرمائی، جو ان کی خواہش پر تحریری انداز میں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی۔ ان کی محبت بلکہ عقیدت اس حد تک بڑھی کہ جب انہوں نے "جہانِ امامِ ربانی" کے نام سے حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ایک کتاب کئی جلدوں میں مرتب فرمائی۔ اس کے بعد باقیاتِ جہانِ امامِ ربانی کے نام سے چند جلدوں میں اس کا تتمہ مرتب فرمایا تو اس کی تیسری جلد کا انتساب حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نام ان الفاظ میں فرمایا:

"انتساب

آزاد کشمیر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم پیشوا

خواجہ محمد صادق صدیقی کے نام

جن کی زندگی یادِ الٰہی، دینِ حقہ کی سربلندی، خدمتِ خلق میں مصروف اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کے لیے وقف ہے،

جن کا انداز مشائخِ طریقت میں یکتا اور یگانہ ہے،

وہ آنکھوں میں نہیں، دِل میں سماتے ہیں۔ ان کا انداز محبوبانہ ہے۔

وہ مہمان نواز ہیں۔ دِل دار اور دِل رُبا ہیں، جس نے بیعت کی متبع سنت ہو گیا، سلفِ صالحین کی راہ پر چل دِیا۔

وہ سراپا عمل ہیں، سادگی اور خلوص کا پیکر ہیں، تین سو مساجد نظامِ سُلطانیہ کے تحت تعمیر کیں اور کرائیں، جو سب کی سب آباد ہیں، نماز باجماعت ہوتی ہے، اکثر میں حفظ و ناظرہ اور بعض میں درسِ نظامی کا اہتمام ہے۔

جن کی سرپرستی میں بارہ سو مقامات پر تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے اور حافظات وقاریات گھروں میں الگ قرآنِ کریم سناتی ہیں۔

جنہوں نے ملک و بیرونِ ملک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مزارات پر قبے تعمیر کرائے، تاکہ زائرین اطمینان سے حاضری دے سکیں، ازبکستان کے دور دراز علاقوں میں مزارات تعمیر کرائے۔

آپ کے فیض سے کوٹلی (آزاد کشمیر) مدینۃ المساجد بن گیا، جدھر دیکھو

مسجدیں ہی مسجدیں، پہاڑوں پر، میدانوں میں سڈول گنبد، خوبصورت مینارے دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں۔

جن کی قیام گاہ مسجد الفردوس کے معمولات دیکھ کر عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

جن کے اعراس میں نہ غل وشور، نہ ہجومِ زناں، نہ دیگر خرافات۔ سکوت ہی سکوت، خاموشی ہی خاموشی، حال میں ماضی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

نام ونمود نام کو نہیں۔ خدمت ہی خدمت، اخلاص ہی اخلاص، عمل ہی عمل۔

جن کے فرزندانِ گرامی، نبیرگانِ عالی اعلیٰ علم ودانش سے آراستہ، صاحبِ شریعت وطریقت ہیں، یہی ان کا امتیاز ہے، یہی ان کی پہچان ہے۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہء تصوف

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے گئے گذرے زمانہ میں اصلی طریقت اور حقیقی تصوف کے احیاء کے لیے پیدا فرمایا ہے، تا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعیء جمیلہ سے، بے عمل اور جعلی سجادہ نشین حضرات کی بداعمالیوں سے جو گرد و غبار طریقت کے مقدس اور حسین چہرے پر پڑ چکا ہے اور اس کے حُسن کو اس غبار نے گہنا دیا ہے، دور ہو جائے۔ اور طریقت و تصوف کا اصلی چہرہ اور اس کی حقیقی صورت مخلوق کے سامنے آجائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعیء جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہاتِ کریمانہ اور تلقین و ارشاد سے طریقت کے باغ میں نئی بہار پیدا ہوگئی، جس کی خوشبو اور نکہت نے معاشرہ پر صحت مندانہ اثرات ڈالے۔

در حقیقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود قرونِ اولیٰ کے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی مقدس اور پاکیزہ سیرتوں کا عکسِ جمیل ہے۔ ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعیء جمیلہ کے خوشگوار نتائج میں سے چند ایک درج کیے جاتے ہیں:

آپ کے ایک خلیفہ کے متعلق ایک عارف باللہ کی رائے

مولانا مفتی محمد امین فیصل آبادی مدظلہ العالی، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ:

"جب دہلی والے حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے جہلم تشریف لائے اور میرے آقائے نعمت کے حجرہ مبارکہ میں قیام فرمایا، میرے آقائے نعمت نے فقیر کو اندر طلب فرمایا، فقیر حاضر ہوا تو دہلی والے حضرت صاحب نے شفقت فرمائی، پھر فقیر حضور کے حکم سے باہر آ گیا، ازاں بعد جب میرے آقائے نعمت باہر تشریف لائے تو فرمایا:

"تیرے باہر آنے کے بعد دہلی والے حضرت صاحب نے فرمایا:
مفتی صاحب کے ساتوں لطیفے روشن ہیں۔"

صاحبزادہ محمد معروف رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ عبادت

صاحبزادہ محمد معروف صدیقی اللہ علیہ، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی خواہرزادے تھے۔ آپ بسلسلہء روزگار انگلینڈ میں مقیم تھے۔ وہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر بیعت تھے۔ صاحبزادہ محمد معروف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں رہ کر سلوکِ طریقت طے کیا اور اجازتِ ارشاد حاصل کی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری ان کا شعار تھا۔ یکم اپریل ۱۹۹۰ء کو ان کا مکتوب حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا، اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ انگلینڈ کی مسموم فضا میں رہنے کے باوجود ان پر اس ماحول کا اثر نہیں ہوا، بلکہ طریقت کے تمام لوازمات ان کی زندگی میں رچ بسے ہیں۔ بزرگانِ دین کے اعزہ واقرباء بالعموم ان کے فیوض وبرکات سے محروم رہتے ہیں، لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ آپ کا خط درجِ ذیل ہے:

"حضور جی کی توجہ، برکت سے معمولات ٹھیک طور پر پورے ہورہے ہیں، صبح سویرے جس طرح دربار شریف اگھار (گلہار شریف) میں جاگتا تھا، اسی طرح فی الحال جاگتا ہوں، نمازِ تہجد کے بعد استغفار پڑھنے کے بعد نفی اثبات حبسِ دم کے ساتھ اڑھائی ہزار بار، اور پانچ ہزار بار تہلیلِ لسانی کے ساتھ، ساتوں لطائف پر اسمِ ذات پچیس ہزار، پھر مبینوں کے ساتھ سورہء یاسین پڑھی جاتی ہے۔ اگر تھوڑا بہت رہ جائے تو نمازِ فجر کے بعد پڑھ لیا جاتا ہے، یا دِن میں

نمازِ فجر کے بعد گیارہ صد مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد مراقبہ کیا جاتا ہے۔ تقریباً آدھ گھنٹے سے پونے گھنٹے تک۔آج کل مراقبہ حقیقتِ ابراہیمی ہے۔ان شاء اللہ جمعرات کو مراقبہ حقیقتِ موسوی شروع ہوگا۔مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ نمازِ ظہر کے بعد کتابی وظائف پڑھے جاتے ہیں۔مزید لطائف پر اسمِ ذات کا ذکر کیا جاتا ہے۔نمازِ عصر کے بعد ختمات شریفہ پڑھنے کے بعد مراقبہ کیا جاتا ہے نمازِ مغرب تک۔نمازِ مغرب کے بعد سورہء مزمل شریف ۱۱ مرتبہ پڑھ لی جاتی ہے۔پھر کھانے کے بعد نمازِ عشاء کے بعد قرآنِ پاک کی سورتیں پڑھی جاتی ہیں، پھر درود شریف تسبیح پر گیارہ صد مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔اس طرح روزانہ معمولات پڑھے جاتے ہیں۔

دنیاوی مناصب پر فائز لوگوں کو طریقت کی تعلیم

چودھری بشیر حسین صاحب حکومتِ آزاد کشمیر کے سیکرٹری کے عہدہ پر فائز تھے اور طریقت میں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شفقت ان کی طرف مبذول تھی، اور ملازمت کے ساتھ ساتھ طریقت کی منازل بھی طے کر رہے تھے۔ اپنے ایک عریضہ میں وہ اپنی مصروفیات یوں درج کرتے ہیں:

"آپ حضور کی طبیعت کے پیشِ نظر آپ کو تکلیف دینے سے پرہیز کرتا ہوں، ان دنوں الیکشن کے کام کی وجہ سے بہت مصروف ہو گیا ہوں، مگر دینی معاملات اور معمولات پورے ہو رہے ہیں۔ اور کوئی کمی آنے نہیں دی، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور بزرگوں کی دُعا ہی کا نتیجہ ہے۔ میں چھ وقت دِن میں مراقبہ کے دوران آپ حضور کا تصور باندھتا ہوں، اس لیے تصوراتی اعتبار سے آپ حضور سے قربت محسوس کرتا ہوں، کبھی کبھی جب رات آنکھ کھلتی ہے تو بعض اوقات قلب کو جاری پاتا ہوں، اللہ اللہ کرتا ہے۔ میرے لیے دُعا فرمائیں، دنیا کے کام بھی درست ہوں اور آخرت بھی اچھی ہو، اگر دنیا کی پریشانی لاحق نہ ہو تو دین میں زیادہ یکسوئی پاتا ہوں۔

ان کی محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کا کوٹلی سے ترقی پذیر ہو کر تبادلہ ہوا تو اُنہوں نے رو کر عرض کی:

"دنیاوی اعتبار سے تو ترقی ہوئی لیکن آپ کی صحبت سے دوری ہو رہی ہے"۔

فضل حسین صاحب انگلینڈ میں بسلسلہء روزگار مقیم ہیں اور حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ ہیں۔ ان کے خط کا ایک اقتباس ذیل میں درج ہے:

''میں نے ماہِ جنوری میں آپ کی خدمت میں خط تحریر کیا تھا امید ہے جناب کو مل گیا ہوگا، اس خط میں تحریر کیا تھا کہ جس فیکٹری میں کام کرتا ہوں وہ ۹۰۔۰۱۔۳۱ر کو بند ہوجائے گی، وہ اپنے مقررہ وقت پر بند ہوگئی ہے۔ ماہِ فروری کے پورے چار ہفتے کام کی تلاش کرتا رہا، فیکٹریوں میں آج کل یہ حالت ہے کہ جس فیکٹری کے اندر کوئی کسی کا رشتہ دار ہے وہ کام پر لگا دیتا ہے۔ میں نے لندن ائیر پورٹ پر اخبار میں کام کا نوٹس پڑھا کہ مردوں اور عورتوں کی کام کے لیے ضرورت ہے۔ وہاں پر پی آئی اے کا کھانا پیک ہوتا ہے۔ چنانچہ وہاں چلا گیا، مجھ سے انٹرویو لے کر کہا کہ: تم نے داڑھی لمبی رکھی ہوئی ہے اگر اس کو چھوٹی کردو یا داڑھی پر جالی چڑھا لو تب کام کر سکتے ہو، کیوں کہ کھانے میں بال گر جائے تو کمپنی جرمانہ کرتی ہے۔ میں نے کہا روزی خدا کے ہاتھ میں ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے، کام کی خاطر داڑھی کو شرعی حد سے کم نہیں کروں گا، اور نہ ہی سکھوں کی طرح جالی چڑھاؤں گا۔ جب واپس ڈیرے پر آرہا تھا راستے میں ایک اسٹور دیکھا بس سے اتر کر خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یاد کر کے حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں فریاد کر کے آپ کو مدد کے لیے

پکار کر چلا گیا، سٹور والوں نے مجھے کام پر لگا دِیا، کام ہے صرف شربت کوکا کولا، سیون اپ کی بوتلیں اسٹاک میں لگانی ہیں، کام ۸ گھنٹے روز کا ہے، کام ذرا بھاری ہے لیکن کوئی کچھ نہیں کہتا کہ کیا کر رہے ہو، آپ کی دُعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ میرے لیے دینی کاموں کی استقامت کے لیے، دنیاوی کاموں کی ترقی کے لیے دُعائیں فرمائیں، اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

آپ کے ایک مخلص حاجی حبیب الرحمن انسپکٹر جنرل پولیس آف پنجاب کے عہدے سے ریٹائرڈ ہیں، آپ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ افراد سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب کو کتابی وظائف کے علاوہ اسمِ ذات کے ذِکر کی تلقین بھی فرما رکھی ہے۔ ۳۱ راگست ۲۰۰۲ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گلہار شریف کوٹلی میں حاضر ہوئے، انہوں نے ملاقات پر حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

”آپ نے جن معمولات اور وظائف کی تلقین فرما رکھی ہے وہ ابتداء سے لے کر آج تک کبھی ناغہ نہیں کیا، اسمِ ذات کی برکت سے میرا قلب روشن ہے، اور مجھے نور نظر آتا ہے۔ یہ ایک راز ہے، یہ صرف آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لطیفہء روح ۳۰۰۰ ر بار اسمِ ذات کے ذِکر کی تلقین فرمائی، آپ نے اپنی انگشتِ مبارک سے لطیفہء روح کے مقام کی نشاندہی فرمائی، وہ اپنی اس روحانی ترقی پر بڑے خوش تھے۔

چودھری عبدالرشید صاحب حکومتِ آزاد کشمیر کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ آخرکار ریٹائر ہوئے۔ اب وصال پا چکے ہیں۔ آپ پر حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی نظرِ کرم تھی۔ بڑے ذاکر اور شب زندہ دار تھے۔ تفویض شدہ معمولات واذکار کے بڑے پابند تھے۔ جس زمانے میں آپ میر پور ضلع میں ڈپٹی کمشنر تھے، حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے آزاد کشمیر تشریف لائے۔ دیگر سنگیوں کے ساتھ چودھری صاحب نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ جب حضرت زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہِ سُلطانیہ جہلم سے خانقاہِ فتحیہ گلہار شریف کا سفر طے کر رہے تھے۔ چودھری صاحب کا ذِکر آیا تو حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ان کی جبین سے نسبت شریفہ کے آثار نظر آتے ہیں"۔

ابتدائے احوال میں مشکلات

علاقہ ء کشمیر جہاں کے ایک غیر معروف چھوٹے سے گاؤں سے خواجہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تجدیدِ طریقت وتصوف کے مقدس مشن کا آغاز فرمایا، ماضی قریب کی تاریخ بڑی اندوہ ناک ہے، اس کا مختصر سا جائزہ درجِ ذیل ہے:

اورنگزیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مغلیہ سلطنت جو کشمیر سمیت پورے برصغیر پاک وہند پر مشتمل تھی، ان کے نالائق اور عیش پرست جانشینوں کی باہمی چپقلش کے باعث کمزور ہوتی چلی گئی، اور صرف چند سالوں کے عرصہ کے بعد اس کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوگیا۔ پنجاب میں سکھوں نے بغاوت کر کے اپنی حکومت قائم کر لی، اور آہستہ آہستہ اپنے دائرۂ حکومت میں کشمیر کو بھی شامل کرلیا۔ اس کے بعد افغانوں کا دور آیا، افغانوں کے بعد انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی، اور انگریزوں سے گلاب سنگھ نے یہ علاقہ خرید لیا، سکھ، افغان، انگریز بڑے ظالم اور سفاک حکمران ثابت ہوئے۔ انہوں نے مختلف ٹیکس عائد کر دیئے، جن کی بدولت کشمیر کے لوگوں کا جسم اور جان کا رشتہ برقرار رکھنا بہت مشکل ہوگیا، ان حکمرانوں کو اپنے رعایا کی فلاح وبہبودی کا کوئی خیال نہ تھا، ان کا مقصد رعایا کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نچوڑنا تھا، اور جب گلاب سنگھ اور اس کے جانشینوں کا دورِ حکومت آیا تو لوگ پہلے حکمرانوں کے ظلم وتشدد کو بھول گئے۔ ایسی حالت میں رعایا کی معاشی حالت تباہ ہوکر رہ گئی، خطہ ء کشمیر جو ذہین وفطین

لوگوں کا علاقہ کہلاتا تھا، علمی اعتبار سے بانجھ ہو کر رہ گیا، عام لوگ اتنی فرصت نہ پاتے تھے کہ اپنے مذہب کے بارے میں بنیادی معلومات ہی حاصل کر سکیں۔ لوگ دین کے بارے میں بالکل بے بہرہ ہو کر رہ گئے۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے والدِ ماجد حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر ایک شیخ طریقت کی حیثیت سے بیٹھے، تو لوگوں کی تعلیمی حالت ناگفتہ بہ تھی، لوگ دین کی بنیادی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ تھے۔ صرف ایک ہی مثال سے مسلمانوں کی دینی بیگانگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کوٹلی کے علاقہ میں قضائے الٰہی سے ایک لڑکی فوت ہو گئی، امام صاحب کی رہائش گاہ اور جس گاؤں میں لڑکی کا انتقال ہوا تھا، کے درمیان دریا حائل تھا، جو موسمِ برسات کی وجہ سے طغیانی پر تھا، کوئی متبادل رستہ موجود نہ تھا، اہلِ میت نے انتظارِ بسیار کے بعد جب دیکھا کہ دریا کے پانی اترنے کے کوئی آثار نہیں، اور پورے علاقے میں کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جو جنازہ پڑھا سکے تو انہوں نے بغیر جنازہ پڑھائے لڑکی کو سپردِ خاک کر دیا۔ ایک دو دِن کے بعد جب دریا کا پانی اترا، امام صاحب کے لیے دریا کے پار جانا ممکن ہوا تو انہوں نے آ کر قبر پر نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اس ایک مثال سے آپ مسلمانوں کی مذہبی اور تعلیمی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ حالت دیکھی تو اسے چیلنج سمجھتے ہوئے اسے تبدیل کرنے کا تہیہ کر لیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نظامِ سُلطانیہ کے تحت

مساجد اور مدارس کا ایک عالی شان اور بے مثال نیٹ ورک قائم کر دیا، جس سے لوگوں کی تعلیمی حالت قابلِ رشک ہوگئی۔ کہاں یہ حالت کہ علاقہ کوٹلی میں کوئی جنازہ پڑھانے والا نہ ملتا تھا اب یہ حالت ہے کہ ایک ایک گھر میں کئی حفّاظِ کرام موجود ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ حقیقی معنوں میں طریقت کے اپنے دور کے محسنِ اعظم ہیں۔

خانقاہِ فتحیہ
گلہار، کوٹلی آزاد کشمیر۔
خانقاہِ سلطانیہ
گلشنِ عظیم۔ جہلم